نمبر ۳۹ | مورخہ ۲۹ ستمبر ۱۹۳۲ء | یوم پنجشنبہ | مطابق ۲۷ جمادی الاول ۱۳۵۱ھ | جلد ۲۰

وزیر اعظم نے پونا کا سمجھوتہ منظور کرلیا

گاندھی جی نے فاقہ کشی ترک کردی

بظاہر حالات یہی خیال کیا جاسکتا تھا۔ کہ ہندوؤں نے گاندھی جی کی جان بچانے کے لئے جس معاہدہ کا اعلان کیا ہے۔ اُسے حکومت کیلئے فوری طور پر منظور کرنا مشکل ہوگا۔ اسی بنا پر اس اخبار کا لیڈنگ آرٹیکل لکھا گیا تھا۔ لیکن حکومت نے مروجہ قانون اور ضابطہ کی پابندی کو بھی بالائے طاق رکھتے ہوئے منظوری کا اعلان کردیا ہے جس پر گاندھی جی نے فاقہ کشی ترک کردی ہے۔

اس طرح حکومت نے ایک مشکل سے اپنی جان چھڑانی چاہی ہے۔ لیکن دراصل اپنے لئے بہت بڑی مشکلات کا دروازہ کھول لیا ہے۔ اس لئے نہیں۔ کہ گاندھی جی نے جس اصل کی بناء پر فاقہ کشی شروع کی تھی۔ وُہ پورا ہوگیا۔ بلکہ اس لئے کہ جو طریق حکومت کو اپنے فیصلہ میں تغیر کرانے کے لئے اختیار کیا گیا اور جس کے آگے حکومت نے سر تسلیم خم کردیا۔ وُہ نئی قسم کی مشکلات پیدا کرے گا۔

مدینۃ المسیح

حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا تبدیلی آب و ہوا کیلئے ۲۴ ستمبر کراچی تشریف لے گئیں۔ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب سول سرجن آپ کے ہمراہ ہیں۔

۲۶ ستمبر بعد نماز عشاء مسجد اقصیٰ میں حافظ محمد ابراہیم صاحب نے ذکر حبیبؐ پر تقریر کی۔

احمدیہ ٹریننگ کور کے نوجوان جو کیمپنگ کی غرض سے دریائے بیاس پر گئے ہوئے تھے۔ ۲۷ ستمبر واپس آگئے۔

۲۵ ستمبر میاں احمد صاحب ولد باغ علی صاحب ساکن دھرم کوٹ رندھاوا۔ اور امام بی بی صاحبہ زوجہ مولوی محمد یوسف خان صاحب ساکن شکار ضلع گورداسپور کی نعشیں قادیان لائی گئیں۔ اول الذکر نے ۱۹۰۲ء میں اور ثانی الذکر نے ۱۸۹۸ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی تھی۔ مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور نعشیں مقبرہ بہشتی میں دفن کی گئیں۔ احباب دعائے مغفرت کریں۔

یوم التبلیغ اور جماعت ہائے احمدیہ

اس سے قبل بذریعہ سرکلر اور اخبار "الفضل" متعدد بار جماعتوں کو اطلاع دی جا چکی ہے۔ کہ یوم التبلیغ کو تبلیغ کرنے والوں کی فہرستیں تیار کر کے جسقدر جلد ہو سکے۔ دفتر ہذا کو بھجوا دیں۔ مگر اس وقت تک آمدہ رپورٹوں کی تعداد بہت کم ہے۔ بغرض یاد دہانی پھر جماعتوں کو اس کام کی طرف خاص توجہ دلاتا ہوں۔ کہ مطلوبہ فہرستیں بسرعت تیار کر کے دفتر ہذا کو بھجوائیں۔ اسمیں مزید تاخیر کی گنجائش نہیں۔ وقت بہت کم ہے اور کام کی رفتار بہت سست ہے۔ ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

سیرت خاتم النبیینؐ کے متعلق نظارت تالیف و تصنیف کا اعلان

سیرت خاتم النبیینؐ حصہ اول و دوم جو صدر انجمن احمدیہ قادیان کی طرف سے شائع کی گئی ہے۔ اس کے متعلق بذریعہ اعلان ہذا مشتہر کیا جاتا ہے۔ کہ ان تصانیف کے جملہ حقوق بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان محفوظ ہیں۔ کوئی صاحب ان کتب یا انکے حصص یا تراجم کو بغیر منظوری صدر انجمن احمدیہ قادیان طبع نہ کرائیں۔ ناظر تالیف و تصنیف۔

احمدی جماعتوں کے جلسے

حسب ذیل مقامات پر جلسے منظور کئے گئے ہیں۔ اردگرد کے انصار اللہ کو چاہئے۔ کہ ان جلسوں کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں۔

بہلولپور چک ۱۲۷ رکھ برانچ ضلع لائلپور۔ ۶-۷ اکتوبر ۳۲ء
بھینی شرقپور ضلع شیخوپورہ ۶-۷ اکتوبر ۳۲ء
کرم پورہ " " ۹-۱۰ اکتوبر ۱۹۳۲ء
ستید والہ " " ۱۲-۱۳-۱۴ اکتوبر ۳۲ء
پنڈی چری " " ۱۶-۱۷ اکتوبر ۳۲ء
بھچال کلاں ضلع جہلم ۱۳-۱۴-۱۵ اکتوبر ۳۲ء
احمدیہ کانفرنس برہمن بڑیہ ۱۳-۱۴-۱۵ اکتوبر ۳۲ء

(ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان)

بزرگان سلسلہ اور دیگر اہل قلم اصحاب سے گزارش

الفضل کے خاتم النبیینؐ نمبر کے لئے بزرگان سلسلہ اور احباب جماعت سے نظم و نثر کی جو درخواست کی گئی ہے۔ براہ کرم اسے جلد سے جلد شرف قبولیت بخشیں۔ اور اپنے مضامین بھیجکر شکریہ کا موقعہ دیں۔ وقت بہت کم ہے۔ اور خاتم النبیینؐ نمبر کی تیاری میں کئی قسم کی مشکلات درپیش ہیں۔ احباب اس مبارک کام میں ضرور تعاون فرمائیں ؂

تبلیغی رپورٹیں

مختلف مقامات میں تبلیغ احمدیت

تبلیغی تقریریں

مولوی محمد حسین صاحب مبلغ۔ مولوی عبدالعزیز صاحب۔ گیانی واحد حسین صاحب۔ مولوی فضل الرحمن صاحب ساماتوی نے ۱۴ تا ۱۸ ستمبر غوث گڑھ پائل۔ خانپور۔ راجپورہ میں تبلیغی تقریریں کیں۔ جن کا اچھا اثر ہوا۔

عیسائیوں سے مناظرہ

۱۹ ستمبر چودھری محمد الہی خان صاحب رئیس اعظم تلونڈی موسٹے خاں ضلع گوجرانوالہ کی صدارت میں ڈاکٹر محمد احسان صاحب اور پادری برکت مسیح آف چک ریحان کے مابین الوہیت مسیح پر مناظرہ ہوا۔ پادری صاحب نے الوہیت مسیح پر بائیبل کی مختلف آیات پیش کیں۔ ڈاکٹر صاحب نے ان آیات کا کافی جواب دینے کے ساتھ بائیبل سے ہی اس کی تردید کی لیکن بجائے اس کے کہ پادری صاحب اعتراضات کا جواب دیتے احمدیت پر اعتراضات کرنے شروع کر دیئے جس کا مقصد محض مسلمانوں کو برافروختہ کرنا تھا۔ مگر اس میں سخت ناکامی ہوئی۔

خاکسار محمد عالم

تین ماہ کی رخصت میں تبلیغ احمدیت

خاکسار نے یکم جون سے تین ماہ کی رخصت اس مقصد کو مدنظر رکھکر لی۔ کہ اس عرصہ میں محض ہمدردی بنی نوع کی خاطر لوگوں میں تبلیغ [illegible]

اپنے مقصد میں کامیابی بخشی۔ اپنی کارگزاری کی مختصر رپورٹ عرض کرتا ہوں؂ ہمارے گاؤں موضع مراڑہ ضلع سیالکوٹ میں ہر سال ماہ جون کے پہلے ہفتہ میں ایک خانقاہ پر میلہ ہوا کرتا ہے۔ جس پر کثرت سے لوگ دور دور کے دیہات سے آتے ہیں۔ اس اجتماع سے فائدہ اُٹھانیکی غرض سے مندرجہ ذیل طریقوں سے تبلیغ کی گئی۔ ۱۔ ایک اشتہار "ظہور امام مہدی علیہ السلام" طبع کرا کر تمام میلہ میں بکثرت تقسیم کیا گیا۔ اور موقعہ محل کے مطابق زبانی گفتگو بھی کی گئی ۲۔ "حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امام مہدی نے پیشگوئی نبوی پوری کی۔ ایمان لاکر قسمت سنوارو" الفاظ کاغذ پر لکھکر اور سُرخ کپڑے پر چسپاں کر کے تمام میلہ میں پھرائے گئے۔

۳۔ چونکہ رات کو بکثرت مہمان گاؤں میں میلہ کی وجہ سے رہے۔ اس لئے دارالامان سے دو مبلغ منگا کر اپنے مکان کی چھت پر رات کے وقت تقاریر کرائیں۔

[illegible]

ہو گیا۔ اور اس سے فائدہ اُٹھانے کی پوری کوشش کی گئی۔ اسوقت مولوی احمد خان صاحب مبلغ علاقہ بھی ہمارے گاؤں آ گئے۔ ان کی معیت میں فرداً فرداً تبلیغ کے علاوہ دوسرے دو گاؤں میں لیکچر بھی ہوئے۔ بعد ازاں خاکسار اکیلا ہی اپنے تبلیغی کام میں مصروف رہا۔ اس عرصہ میں میں موضع گد بینڈی ضلع گورداسپور گیا۔ وہاں چار گھنٹہ تقریر کر کے مختلف پہلوؤں سے احمدیت کی صداقت ثابت کی۔ وہاں اردگرد کے دیہات میں بھی تبلیغ کی گئی اپنے گاؤں میں خاکسار نے کئی کئی گھنٹہ تقاریر کیں۔ خاکسار ایک برات میں شامل ہوا۔ اور وہاں تقریر کی۔ اس کے بعد نماز جمعہ ایک قریب کے گاؤں میں جہاں ایک احمدی تھا۔ جا کر پڑھائی۔ اور تبلیغ بھی کی میرا تین ماہ کا تجربہ بتاتا ہے۔ کہ لوگ بالکل مردہ ہو چکے ہیں۔ انہیں قطعاً اس بات کا علم نہیں۔ کہ زمانہ کس سمت اور کس رفتار سے چلا جا رہا ہے۔ ان کی ہر پہلو سے لاعلمی کی ذمہ داری خود غرض ملّاؤں اور مطلب پرست پیروں پر ہے۔

میں اللہ تعالے کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ اس کی خاص عنایت سے اس عرصہ میں سات احباب کو سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے کی توفیق ملی۔ اور کئی ہزار انسانوں کو پیغام حق پہونچایا۔ تبلیغ کے علاوہ میں نے تربیت جماعت کی طرف خاص خیال رکھا۔ جس کا مفید نتیجہ نکل رہا ہے۔

احقر: عبدالکریم احمدی کلرک دفتر ملٹری پنشن آفس لاہور

سنور میں تبلیغ

تبلیغی وفد ۲۱ ستمبر ۳۲ء کو سنور پہونچا۔ ۲۲ کو رات کے ۹ بجے سے ۱۲ بجے تک فضیلت اسلام پر تقریر ہوئی۔ جس میں وفات مسیح اور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الفضل
نمبر ۳۹ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۹ ستمبر ۱۹۳۲ء | جلد ۲۰

ہندو لیڈروں اور ڈاکٹر امبیدکر کا سمجھوتہ

حکومت کو عجلت کی بجائے تدبر اور احتیاط سے کام لینا چاہیئے

سمجھوتہ کی خبر

ہندوؤں نے پونا سے ۲۴ ستمبر کو جو خبریں اخبارات میں شائع کرائی ہیں۔ ان میں یہ ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ ہندو لیڈروں نے ڈاکٹر امبیدکر کے ساتھ تصفیہ کر لیا ہے۔ ان کے اچھوتوں کے علیحدہ انتخاب سے دست بردار ہونے کے بعد گاندھی جی کو یہ خبر پہونچادی گئی ہے۔ اور گاندھی جی نے مسکراہٹ کے ساتھ۔ اس پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے منظوری دیدی ہے۔ سب لیڈروں نے گاندھی جی کے سامنے اس سمجھوتہ پر دستخط کر دیئے ہیں۔ اور بہت جلد سمجھوتہ گورنمنٹ بمبئی کے سپرد کر دیا جائیگا۔

ہندوؤں کا تار وزیر اعظم کو

ہندو لیڈروں نے بذریعہ تار وزیر اعظم کو اطلاع دی ہے۔ کہ لیجسلیچرز میں اچھوت اقوام کی نیابت کے متعلق ہم باہمی فیصلہ پر پہونچ گئے ہیں۔ آپ کو اور گورنمنٹ ہند کو بھیجنے کے لئے ہم فیصلہ کی مکمل نقل بمبئی گورنمنٹ کے حوالے کر رہے ہیں۔ ہم گذشتہ چار دن جیل میں مہاتما گاندھی سے ملاقات کرتے رہے ہیں۔ آج ان کے برت کا پانچواں روز ہے۔ ان کی حالت دم بدم خراب ہو رہی ہے۔ اور طاقت کم ہوتی جارہی ہے ڈاکٹروں کی رائے ہے۔ کہ ۴۸ گھنٹہ کے اندر اندر ان کی حالت خطرناک صورت اختیار کر سکتی ہے۔ ہماری یہ زبردست خواہش ہے۔ کہ محض مہاتما گاندھی کے لئے ہی نہیں۔ بلکہ قومی مفاد کے لئے یہ خطرہ رک جائے۔ اس لئے ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ آپ اچھوتوں کے لئے جداگانہ نیابت کے فیصلہ کو واپس لے لیں تاکہ مہاتما جی اپنا برت توڑ سکیں۔ دیر ان کی زندگی کے لئے خطرناک ہوگی۔ اور اس سے ملک کے حل پر بہت برا اثر پڑے گا"۔

ڈاکٹر امبیدکر کی گراوٹ اور حکومت

اگر فی الواقعہ یہ درست ہے۔ کہ ڈاکٹر امبیدکر جنہوں نے گاندھی جی کی فاقہ کشی کو "محض ایک سیاسی کرتب" قرار دیتے ہوئے کہا تھا کہ "میں اس قسم کے سیاسی کرتبوں سے متاثر نہیں ہو سکتا۔ میں اپنے فیصلہ پر بدستور قائم ہوں۔ اگر مہاتما گاندھی ہندو قوم کے مفاد کے لئے جنگ کرتے ہوئے اپنی جان قربان کرنے کے لئے تیار ہو سکتے ہیں تو اچھوتوں کو بھی مجبوراً اپنے مفاد کے تحفظ کے لئے اپنی جانیں قربان کرنی پڑینگی"۔ اور جو اسی سلسلہ میں یہ بھی اعلان کر چکے ہیں۔ کہ "میں جداگانہ نیابت کا مطالبہ ترک کرنے اور مخلوط نیابت کا اصول تسلیم کرنے سے قاصر ہوں"۔ انہوں نے ہندو لیڈروں کے نرغہ میں پھنس کر اور گاندھی جی کے سیاسی کرتب سے متاثر ہو کر جداگانہ نیابت کا مطالبہ ترک کر دیا ہے۔ اور مخلوط نیابت کا اصول تسلیم کر لیا ہے۔ تو اب سوال یہ ہے۔ کہ کیا حکومت اس شخص کی گراوٹ کو وقعت دیگی۔ جو یکدم پھسل کر تحت الثریٰ میں جا گرا ہے اور جس نے اپنے چند ہی یوم کے اعلانات کو فراموش کر دیا ہے۔ یا اچھوت اقوام کی ان متعدد ذمہ دار انجمنوں کی اپیلوں کو پیش نظر رکھے گی۔ جن کا ذکر وزیر اعظم نے گاندھی جی کو جواب دیتے ہوئے بایں الفاظ کیا ہے۔ کہ:-

"ہم نے ان بے شمار اپیلوں کو جو اچھوت جاتیوں کی انجمنوں کی طرف سے ہمیں موصول ہوئیں۔ اور ان مجلسی رکاوٹوں کو جن کا کہ ان کو سامنا ہے۔ اور جن کو آپ نے بھی اکثر تسلیم کیا ہے۔ مدنظر رکھتے ہوئے لیجسلیچرز میں ان کو مناسب نمائندگی دینا اپنا فرض سمجھا"۔

کیا اچھوتوں کی بے شمار اپیلوں کو نظر انداز کر دیا جائیگا

ڈاکٹر امبیدکر کو جو پوزیشن حاصل تھی۔ وہ اسی وجہ سے تھی۔ کہ وہ اچھوت اقوام کے کثیر حصہ کی نمائندگی کرتے تھے اور اچھوتوں کے خیالات کی ترجمانی کرتے ہوئے جداگانہ نیابت کے حامی تھے۔ اگر وہ اس سے دست بردار ہو گئے۔ تو یقیناً اچھوت اقوام کی نمائندگی سے بھی برطرف ہو گئے جو کہ اب بھی جداگانہ نیابت پر مصر ہیں۔ اور اس صورت میں ڈاکٹر صاحب کا سمجھوتہ ہرگز اس قابل نہیں ہو سکتا۔ کہ اچھوت اقوام پر اسے عائد کیا جائے۔ اور اس کی وجہ سے ان بے شمار اپیلوں کو نظر انداز کر دیا جائے۔ جو اچھوت جاتیوں کی انجمنوں کی طرف سے وزیر اعظم کو وصول ہو چکی ہیں۔ اور جن کی وجہ سے انہوں نے لیجسلیچرز میں اچھوتوں کو مناسب نمائندگی دینا اپنا فرض سمجھا تھا۔

اضطراری حالت کا فیصلہ

ڈاکٹر امبیدکر کی یہ سخت غلطی تھی۔ کہ وہ ہندو لیڈروں کے اتنے بڑے جمگھٹے میں تن تنہا جا پھنسے۔ پھر مزید غلطی انہوں نے یہ کی۔ کہ افراتفری اور نہایت عجلت میں اتنے اہم امر کے متعلق تصفیہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ جو اچھوت اقوام کی زندگی اور موت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ ایسی حالت میں اچھوت اقوام کی ذمہ دار انجمنوں کی صدائے احتجاج کو انہوں نے اول تو اپنے کانوں تک پہونچنے کا موقعہ ہی نہ دیا۔ اور اگر کوئی آواز ان تک پہونچا بھی دی گئی۔ تو اس کی انہوں نے پرواہ نہ کی۔ اور اپنی قوم سے بالکل بے تعلق اور علیحدہ ہو جانیکی وجہ سے ہوشیار اور چالباز ہندو لیڈروں کی باتوں کے ریلے میں سنبھل نہ سکے۔ ایسی اضطراری حالت میں انہوں نے جس تصفیہ پر دستخط کئے ہیں۔ وہ ہرگز اس قابل نہیں ہے۔ کہ اس کی وجہ سے وزیر اعظم اپنے اس فیصلہ کو بدل دیں۔ جسے "منصفانہ اور محتاط فیصلہ" قرار دے چکے ہیں۔ اور اس فرض کو فراموش کر دیں۔ جس کی ادائگی کی طرف بقول ان کے اچھوت جاتیوں کی انجمنوں کی بے شمار اپیلوں نے انہیں متوجہ کیا تھا۔

اچھوت اقوام کی صدائے احتجاج

ڈاکٹر امبیدکر اگر اچھوت اقوام کی اس چیخ و پکار کو نظر انداز کر دیں۔ جو جداگانہ نیابت کو ترک کرنیکے خلاف ہندوستان کے طول و عرض میں بلند کی جارہی ہے۔ تو ان کی مرضی۔ ان کی ذاتی مصلحتوں کا یہی تقاضا ہوگا۔ لیکن حکومت کو اسے نذر تغافل نہیں کر دینا چاہیئے۔ اس وقت تک متعدد مقامات میں جلسے منعقد کر کے اچھوت اقوام کے ذمہ دار لیڈر واضح کر چکے ہیں۔ کہ وہ کسی صورت میں بھی جداگانہ نیابت سے دست بردار ہونے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ بلکہ اس حق کو محفوظ رکھنے کی خاطر ان کے دو لیڈر وہی طریق اختیار کر چکے ہیں۔ جو گاندھی جی نے ان کو جداگانہ نیابت سے محروم رکھنے کے لئے اختیار کیا ہے۔ یعنی شملہ میں فاقہ کشی کر رہے ہیں۔ اگر فاقہ کشی کسی سیاسی مطالبہ کے منظور کرانے کا موجب ہو سکتی ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ تسلیم شدہ حق کو برقرار نہ رکھ سکے۔ اور اچھوت اقوام کے ان لیڈروں کی فاقہ کشی اور گاندھی جی کی فاقہ کشی میں کوئی امتیاز قائم کیا جائے۔

جداگانہ نیابت پر اصرار

اسی سلسلہ میں تقریباً پچاس سرکردہ اچھوت لیڈروں نے جو اعلان کیا ہے۔ اس میں بھی جداگانہ نیابت کے قیام پر زور دیا ہے۔ اس جدوجہد سے ظاہر ہے۔ کہ اچھوت اقوام آج بھی اسی طرح اور اسی جوش کے ساتھ اپنی علیحدہ نیابت کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ جس طرح انہوں نے وزیر اعظم کو بے شمار اپیلیں بھیجکر کیا تھا

مجلسی رکاوٹیں

پھر ان کے لئے وہ مجلسی رکاوٹیں اس وقت بھی قائم ہیں۔ جنکو مدنظر رکھتے ہوئے وزیر اعظم نے لیجسلیچرز میں ان کو مناسب نمائندگی دینا اپنا فرض سمجھا تھا۔ گاندھی جی کے پھیلائے ہوئے دام تزویر میں پھنسانے کے لئے مندروں کے دروازے کھولنے اور کنوؤں پر چڑھانے کے جو اعلانات کئے جا رہے ہیں۔ وہ محض نمائشی اور بے حقیقت ہیں۔ اور ایسے ہی لوگوں کی طرف سے کئے جا رہے ہیں۔ جو سیاسی اغراض و مقاصد کے پیش نظر عرصہ دراز سے یہ جال بنتے چلے آ رہے ہیں۔ لیکن قدامت پسند اور راسخ الاعتقاد ہندوؤں کے مقابلہ میں انہیں آجتک کچھ بھی کامیابی نہیں ہوئی۔ ابھی بھی عام ہندو ان کے مقابلہ میں پوری تیاری کے ساتھ کھڑے ہیں۔ اور وہ قطعاً گوارا نہیں کر سکتے۔ کہ اچھوتوں سے ظاہرا خلا ملا کر کے ہندو ازم کی قائم کردہ حدود کو توڑ دیا جائے۔ چنانچہ ایسے ہی لوگوں کی نمائندگی کرتے ہوئے ایم۔ کے آچاریہ نے جو اعلان کیا ہے۔ اس میں ایک طرف تو صاف طور پر یہ بتا دیا ہے۔ کہ

"اونچ جاتیوں کے ہندو گاندھی جی کے اعمال کے ذمہ دار نہیں۔ جو اپنی بے شمار اور مہلک غلطیوں کا خود اعتراف کر چکے ہیں۔ اگر گاندھی جی اچھوتوں کے لئے جداگانہ اور مخلوط انتخاب جیسے فضول مسئلہ پر اب فاقہ کشی کئے بیٹھے ہیں۔ تو اونچ جاتیوں کو اس سے کیا تعلق ہے" اور دوسری طرف یہ بھی لکھ دیا ہے کہ

"اب چند سیاسی حقوق کی خاطر آپ ہمیں خدا پرستی سے محروم کر رہے ہیں۔ اور ہمیں اپنے دھرم کے ضائع کرنے اور مندروں کی بے حرمتی پر مجبور کیا جا رہا ہے"

اس سے ظاہر ہے۔ کہ اونچ ذات کے ہندو ہرگز اچھوتوں پر سے ان مجلسی رکاوٹوں کو دور کرنے کے تیار نہیں۔ جن کا ان کو سامنا ہے۔ پس جب یہ دونوں سبب قائم ہیں۔ جن کو مدنظر رکھکر وزیر اعظم نے اچھوت اقوام کو لیجسلیچرز میں مناسب نمائندگی دینا اپنا فرض سمجھا تھا۔ تو پھر ڈاکٹر امبیدکر کے ساتھ ہندوؤں کا کوئی سمجھوتہ کر کے وزیر اعظم سے یہ کہنا۔ کہ آپ اچھوتوں کے لئے جداگانہ نیابت کے فیصلہ کو واپس لے لیں۔ قطعاً کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اور نہ یہ مطالبہ اس قابل ہے۔ کہ اس کی طرف کچھ بھی التفات کیا جائے۔

کیا گاندھی جی کا مدعا پورا کر دیا جائیگا

علاوہ ازیں جب وزیر اعظم گاندھی جی کے اچھوتوں کے متعلق مطالبہ کی نسبت یہ کہہ چکے ہیں۔ کہ

"آپ کا مدعا اچھوت جاتیوں کو جن کی راہ میں کئی رکاوٹیں ہیں لیجسلیچرز میں تھوڑے سے نمائندے جو ان کی آواز کو سُنا سکیں بھیجنے سے روکنا ہے"۔

تو پھر ایک امبیدکر نہیں۔ اگر سو امبیدکر بھی کسی وجہ سے گاندھی جی کے ہم نوا بن جائیں۔ تو عدل و انصاف کا تقاضا یہی ہے۔ کہ ان کو ٹھکرا دیا جائے۔ اور اس ناپاک مدعا کو قطعاً پورا نہ ہونے دیا جائے۔ جو حکومت پر اچھی طرح واضح ہو چکا ہے۔ ورنہ کہنا پڑے گا۔ کہ حکومت گاندھی جی کے غیر منصفانہ بلکہ ظالمانہ مدعا کی حامی بن گئی ہے۔ اور گاندھی جی کی غیر آئینی دھمکی کے آگے جھک کر اچھوت اقوام کی پائمالی کی اس نے اجازت دیدی ہے۔ پس اس لحاظ سے بھی حکومت پر یہی فرض عائد ہوتا ہے۔ کہ وہ اس تصفیہ کو ہرگز کوئی وقعت نہ دے جس پر ڈاکٹر امبیدکر نے اپنی قوم کو نظر انداز کر کے دستخط کئے اور جس کی بناء پر یہ درخواست کی جا رہی ہے۔ کہ وزیر اعظم اچھوتوں کے لئے جداگانہ نیابت کے فیصلہ کو واپس لے لیں۔ ڈاکٹر امبیدکر نے اگر یہ ٹھوکر کھائی ہے۔ تو اس کا خمیازہ انہیں خود بھگتنا چاہئے۔ ان کی غلطی کا وبال اچھوت اقوام پر نہیں پڑنا چاہئے۔

کیا حکومت بھی عجلت کا شکار ہو سکتی ہے

پھر ہندو لیڈروں نے جس طرح ڈاکٹر امبیدکر کو تعجیل کا شکار بنا کر انہیں اپنی قوم سے مشورہ کرنے کا موقعہ دیئے بغیر ان سے افراتفری میں سمجھوتہ پر دستخط کرالئے ہیں۔ اسی طرح ان کی کوشش یہ بھی ہے۔ کہ وزیر اعظم سے بھی فوری طور پر اپنا سابقہ فیصلہ جو کئی ماہ کے غور و خوض کے بعد کیا گیا۔ بدلوالیں۔ چنانچہ انہوں نے وزیر اعظم کو اس بارے میں جو تار دیا ہے۔ اس میں گاندھی جی کی خطرناک حالت بتا کر یہ درخواست کی ہے۔ کہ چند گھنٹوں کے اندر اندر وہ اچھوتوں کے لئے جداگانہ نیابت کے فیصلہ کو واپس لے لیں۔ لیکن کوئی سمجھدار انسان ایک لحہ کے لئے بھی یہ نہیں سمجھ سکتا۔ کہ حکومت کس طرح اس سے عہدہ برآ ہو سکتی ہے۔ اگر اس نے یہ صورت اختیار کی۔ تو اپنے تدبر اور احتیاط کا دیوالہ نکال دینے کی مرتکب ہوگی۔ قوموں کی قسمتوں کا فیصلہ اور ان کی زندگی اور موت کا تصفیہ کوئی کھیل نہیں اس کے لئے بڑے غور و فکر۔ بڑی احتیاط اور دور اندیشی کی ضرورت ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ چند گھنٹوں میں یہ ممکن نہیں پس اگر حکومت اس طرف متوجہ ہونا بھی چاہئے۔ تو اس کے لئے وقت چاہئے۔

ایک اور مشکل

غرض عجلت بہت خطرناک ثابت ہوگی۔ جو مصائب و مشکلات کے دروازے کھول دیگی۔ خاصکر اس وجہ سے۔ کہ سمجھوتہ کا جو خلاصہ شائع ہوا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ تصفیہ ہندوؤں اور اچھوتوں کے معاملہ کی حدود سے باہر نکل گیا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ شملہ سے سرکاری نقطہ نظر کے متعلق جو خیال ظاہر کیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ مرکزی اور صوبجاتی مجالس میں پس ماندہ اقوام کی نمائندگی کے متعلق ہندو اور اچھوت رہنماؤں میں جو سمجھوتہ ہوا ہے۔ اس کو پورا نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح ڈاکٹر امبیدکر کی تجاویز کے دوسرے حصہ میں اچھوتوں کی سرکاری ملازمتوں میونسپلٹیوں مقامی بورڈوں وغیرہ میں نمائندگی کے متعلق جن امور کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان کے متعلق بھی سرکاری طور پر یہی کہا جاتا ہے۔ کہ یہ امور فیصلہ کی حدود سے باہر ہیں۔ اگر اس وقت سرکاری ملازمتوں میں اچھوتوں کا حصہ مقرر کرانے کی کوشش کی گئی۔ تو مسلمانوں اور دوسری قوموں کی پوزیشن کا خیال رکھے بغیر ایسا کرنا غیر ممکن ہے۔

تدبر او احتیاط کے لئے

ان حالات میں امید نہیں کی جا سکتی۔ کہ وزیر اعظم ہندو لیڈروں کے چند گھنٹوں کے نوٹس پر اپنے سابقہ فیصلہ کو تبدیل کر سکینگے۔ اگر کرینگے۔ تو اسکے نتائج اس قدر خطرناک ہونگے۔ جن کا تصور کر کے بھی لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ ہیئے حکومت برطانیہ کیلئے نہایت ہی تدبر اور احتیاط سے کام لینے کے ہیں۔ اور توقع رکھنی چاہئے۔ کہ اس کی طرف سے کوئی غیر محتاط اور عاجلانہ کارروائی نہ ہوگی۔

آریوں کا بے بنیاد دعویٰ

چونکہ آریہ سماجیوں میں عام ہندوؤں سے بھی زیادہ مجلسی معاشرتی اور مذہبی زنگ کی خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں جن کا خود آریوں کو اعتراف ہے۔ اسلئے یہ تو ناممکن سا ہو گیا ہے۔ کہ مذہبی لحاظ سے آریوں کو قدامت پسند ہندوؤں میں قبولیت حاصل ہو سکے۔ اور وہ اس طرح راسخ الاعتقاد ہندوؤں کے اعتقادات میں حسب منشا کوئی تبدیلی پیدا کر سکیں۔ ان حالات میں آریوں نے یہ کوشش شروع کر رکھی ہے۔ کہ سیاسی ہتھکنڈوں سے عام ہندوؤں کو زیر اثر لائیں۔ اور اس طرح دیانند جی کو "مہا پرش" اور "مہرشی" تسلیم کرائیں۔

اس وقت جبکہ گاندھی جی فاقہ کشی کر رہے ہیں۔ آریوں کو آریہ سماج کی آواز سُنانے کا ایک موقعہ ہاتھ آگیا ہے۔ چنانچہ "ملاپ" (۲۲ ستمبر) ہندوؤں کو مخاطب کر کے لکھتا ہے:۔

"اگر آپ آریہ سماج کی پکار سن لیتے۔ تو شائد آج یہ نوبت ہی نہ آتی نہ کوئی اچھوت ہندوؤں سے ناراض ہوتا۔ نہ کوئی علیحدہ رہنے کی خواہش ظاہر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ

مومن کو ہر کام میں استقلال سے کام لینا چاہیئے

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

فرمودہ ۹ ستمبر ۱۹۳۲ء بمقام ڈلہوزی

(نوشتہ میاں عبد المنان صاحب عمر)

تشہد اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

اللہ تعالےٰ کی صفات بندوں کے لئے ایک نمونہ ہیں اور

حسنِ کامل

درحقیقت ذاتِ الٰہی میں ہی پایا جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہی کی وہ ذات ہے۔ جس کو نظر انداز کر کے ہم نیکی کی کوئی تعریف کر ہی نہیں سکتے۔ خدا تعالےٰ کو چھوڑتے ہوئے دنیا نے نیکی کی تعریف کرنا چاہی لیکن قطعاً کامیاب نہ ہو سکی۔ اور یہ راہ اختیار کرنے والوں نے مونہہ کی کھائی۔ بعض نے کہا نیکی وہ ہے۔ جو

انسان کی فطرت

کے مطابق ہو۔ حالانکہ کسی کام کا فطرتِ انسانی کے مطابق ہونا ایسی اصطلاح ہے۔ جس کی کوئی بھی تعیین نہیں ہو سکتی مثلاً ایک ہندو سے پوچھو گوشت کھانا کیسا ہے۔ تو وہ رام رام کہتا ہوا اسے پاپ قرار دیگا۔ ایک جینی سے دریافت کرو کہ گوشت کھانا کیسا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہوگا۔ کہ گوشت بھی کوئی کھانے کی چیز ہے۔ لیکن گوشت ہی کے متعلق کسی مسلمان سے پوچھ کر دیکھو۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ گوشت کے بغیر اسے کھانے میں مزا ہی نہیں آتا۔ غرض

نیکی اور بدی

کے متعلق محض انسان کی فطرت کے فیصلہ کو پیش کرنا درست نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ لمبا ہو تو وہ بہت جلد مسخ کر دی جاتی ہے۔ اور کوئی یقینی اور قطعی معیار ہمارے سامنے نہیں رکھ سکتی ؎

بعض لوگ ہیں۔ جو یہ کہتے ہیں۔ کہ نیکی وہ فعل ہے جس سے

سب سے زیادہ فائدہ

حاصل ہو۔ لیکن اسے بھی ہم کیونکر درست کہہ سکتے ہیں۔ جبکہ کئی دفعہ دیکھنے میں آیا ہے۔ کہ بعض کام فائدہ مند معلوم ہوتے ہیں لیکن حقیقتاً نہ صرف یہ کہ انہیں نیکی نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ وہ بدیوں میں شمار ہوتے ہیں۔ مثلاً کوئی شخص کسی کا مال اٹھا کر لے جائے۔ پھر اس شخص کو بھی جس کا مال اٹھایا گیا۔ موقعہ مل جائے۔ کہ اٹھانے والے کا سامان چوری کرے۔ اب بظاہر اس شخص کا جس کا پہلے مال چرایا گیا۔ اس میں فائدہ ہے۔ کہ دوسرے کا مال اٹھائے۔ اور پولیس میں رپورٹ وغیرہ دینے کی زحمت میں نہ پڑے۔ کیونکہ اگر رپورٹ کرے گا۔ تو پھر اسے عدالت میں بھی جانا پڑے گا۔ وکیل کرنا ہو گا۔ اخراجات برداشت کرنے پڑیں گے۔ لیکن چوری کے طریق سے مال حاصل کر کے وہ زیادہ فائدہ میں رہ سکتا ہے لیکن پھر بھی اس طریق کو ہم بدی کہتے ہیں۔ اور جس میں صعوبت اور تکلیف برداشت کرنا پڑتی ہے۔ وہ صحیح طریق عمل ہے ؎

پھر کچھ وہ لوگ ہیں۔ جو کہتے ہیں۔ کہ نیکی وہ ہے جس میں سب سے زیادہ فائدہ

سب سے زیادہ لوگوں کو

ہو۔ لیکن یہ بھی غلط ہے۔ مثلاً دیکھو۔ جب حضرت مسیح علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ تو وہ اکیلے تھے۔ کثرت یہود کی تھی۔ اور اس کثرت کا فائدہ اس میں تھا۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو قتل کر دے۔ بے شک کہا جا سکتا ہے۔ کہ آئندہ نسلوں کا فائدہ اسی میں تھا۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو زندہ رکھا جاتا۔ لیکن سوال یہ نہیں۔ کہ

آئندہ نسلوں کا فائدہ

کس میں ہے۔ بلکہ کوئی کام اس اصل کے ماتحت تو کسی شخص کے لئے نیکی تب بنے گا۔ جب وہ خود اس کے لئے سود مند ہو۔ غرض دنیا خدا تعالےٰ سے علیحدہ ہو کر نیکی کی تعریف تک نہیں کر سکی۔ لیکن اللہ تعالےٰ کی ذات ایسی ہے۔ جس نے ایسے تمام جھگڑوں کا فیصلہ کر دیا ہے۔ اور سچی اور اصل بات یہی ہے۔ کہ جب انسان

اللہ تعالےٰ کی ذات

سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ تو نیکی بدی کا کوئی معیار اس کے لئے رہتا ہی نہیں۔ اور یہ بھی ہستی باری تعالےٰ پر ایک بڑی اور زبردست دلیل ہے۔

آج دنیا میں وہ لوگ بھی بستے ہیں جنہیں دنیا

وہم ہی وہم

نظر آتی ہے۔ سب سے یقینی چیز انسان کا اپنا وجود ہے۔ لیکن سوفسطائیوں نے اسے بھی وہم ہی قرار دیا ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ

سوفسطائیوں کے گروہ کا ایک شخص

کسی بادشاہ کے دربار میں گیا۔ اور وہاں جا کر کہنے لگا۔ کہ اس دنیا کا کوئی حقیقی وجود سمجھنا محض وہم ہے۔ درحقیقت جو کچھ نظر آتا ہے۔ ہمارے اپنے خیال کا نتیجہ ہے۔ ورنہ ایسی حقیقت کچھ بھی نہیں۔ بادشاہ کو جو سوجھی۔ تو اس نے ایک مست ہاتھی کو ایک بڑے کمرہ میں بند کر دیا۔ اور اس شخص سے کہا۔ کہ اس کمرہ کے اندر جاؤ۔ جب وہ شخص اندر گیا۔ تو مست ہاتھی کو دیکھ کر بھاگا۔ بادشاہ نے کہا۔ میاں بھاگتے کیوں ہو۔ یہ ہاتھی تو محض وہم ہی وہم ہے حقیقت میں کچھ نہیں۔ اس وقت بادشاہ کو خیال تھا کہ میں نے اب اسے خوب قابو کیا ہے۔ اور اس کا سوفسطہ دھرا کا دھرا رہ جائے گا۔ لیکن وہ بھی کچھ ایسا کچا نہیں تھا۔ اس نے جواب دیا۔ بادشاہ سلامت بھاگتا کون ہے۔ میرا بھاگنا جو آپ کو نظر آ رہا ہے۔ یہ وہم ہی وہم ہے۔ اس طرح پھر بات وہیں کی وہیں آ رہی۔

خیر سوفسطائیوں کا خیال تو بے وقوفی اور حماقت ہے لیکن اس میں بھی کچھ شک نہیں۔ کہ اگر ذاتِ الٰہی کو بیچ میں سے نکال دیا جائے۔ تو پھر ایک چیز بھی دنیا میں ایسی نہیں رہتی جس کے متعلق

قطعیت کا دعوےٰ

کیا جا سکے۔ اور کہا جا سکے۔ کہ یقینی ہے۔ ہاں جب یہ یقین

کرلیا جائے۔ کہ کوئی

علیم کل ہستی

ہے۔ جو صفات کاملہ رکھتی ہے۔ جو ازلی ابدی ہے۔ تو پھر ہماری ہر چیز یقینی بن جاتی ہے۔ اور وہ اس طرح کہ جب حقیقت اشیاء کے تعلق میں اس ذات کامل کی طرف رجوع لے جائیں۔ جو تمام اشیاء کی خالق ہے۔ اور وہ ہمیں بتلائے۔ کہ اس میں حقیقت ہے۔ تو وہ چیز محقق ہو جائے گی۔ کیونکہ اس کی حقانیت کا علم ایک کامل علیم و خبیر ہستی نے ہمیں دیا۔

الہام الٰہی

کے بعد تحقیق اشیاء کا ایک ذریعہ عقل بھی ہے۔ لیکن عقل ہمیشہ صحیح نتیجہ اخذ نہیں کرسکتی۔

علماء اور محققین

نے عقل کے نتائج کو غیر یقینی قرار دیا ہے۔ اس صورت میں جب اشیاء کی تحقیقاتوں کی تمام بنیاد عقل پر رکھی جائے۔ اور عقل غلطی کرسکتی ہے۔ تو اس طرح تمام علوم ظنی اور شکی ہو جائینگے اور شک سے آگے ان کی حیثیت نہیں بڑھ سکیگی۔ لیکن اگر حقیقت اشیاء کے لئے صفات الٰہیہ کو

اصل منبع

بنایا جائے۔ تو خدا تعالےٰ کی صفات ہمارے لئے یقینی طور پر دلیل راہ بن سکتی ہیں ؎

اللہ تعالےٰ کی صفات میں سے ایک صفت

رب العالمین

کی بھی ہے۔ رب العالمین کے یہ معنی ہیں۔ کہ وہ ہستی جس کے کاموں میں وقفہ نہ پڑے۔ کیونکہ ربوبیت کے کاموں میں اگر ایک منٹ کے لئے بھی وقفہ پڑ جائے۔ یا ایک منٹ کے لاکھویں حصہ کا بھی التواء ہو جائے۔ تو ربوبیت ربوبیت نہیں رہتی۔ اور شدید نقص پیدا ہو جائے

غرض صفات الٰہیہ میں سے ایک صفت

استقلال کامل

کی بھی ہے۔ میں نے استقلال کا لفظ بولا ہے۔ جو اپنے عام مفہوم کے لحاظ سے اللہ تعالےٰ کے لئے نہیں بولا جاسکتا جب بھی ذات باری کے لئے اس کا استعمال ہوگا۔ اضافت کے ساتھ ہی ہوگا۔ لیکن سمجھانے کے لئے اسے استعمال کرتا ہوں۔ غرض ایسا استقلال جس میں کوئی نقص نہ ہو جس میں سیکنڈ کے ہزارویں حصہ کے لئے بھی التواء نہ ہو۔ یہ اللہ تعالےٰ کی صفت ہے یہی صفت جب تک انسان اختیار نہ کرے وہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔

غیر مستقل آدمی

کی مثال قرآن مجید میں ایسی عورت سے دی گئی ہے۔ التی

نقضت غزلہا۔ جو اپنا سوت آپ ضائع کر دے۔ ایسے لوگ بے شک نیکی کے کام کریں گے۔ لیکن بہت جلد ان سے کنارہ کش ہو جائیں گے۔ نمازیں پڑھیں گے۔ لیکن پھر سستی شروع کر دیں گے۔ اخلاق فاضلہ دکھلائیں گے۔ لیکن پھر تساہل کی طرف میلان شروع ہو جائیگا۔ قومی خدمت میں مصروف ہونگے پھر غفلت ہو جائیگی۔ چندے دیں گے۔ لیکن جلدی ہی باقاعدہ ادائیگی فراموش ہو جائیگی۔

غرض کسی کام کو بھی مسلسل جاری نہیں رکھ سکیں گے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ بہت سی قربانیاں کرکے بھی ان

فوائد سے محروم

رہ جاتے ہیں۔ جو ان قربانیوں کے نتیجہ میں انہیں ملنے چاہیئے وہ نمازیں پڑھتے ہیں۔ قومی خدمات میں اپنے اوقات خرچ کرتے ہیں۔ چندے دیتے ہیں۔ لیکن

انعام ملنے سے پہلے

ہی غافل ہوکر انعام سے محروم رہ جاتے ہیں۔ غرض ان کی مثال التی نقضت غزلہا۔ کی سی ہوتی ہے۔ وہ اپنے تحمل کو اس وقت چھوڑ دیتے ہیں۔ جب نتیجہ نکلنے والا ہوتا ہے۔ اگر وہ کچھ اور صبر کرتے۔ یہاں تک کہ انہیں انعام مل جاتا۔ تو پھر انہیں استقلال قائم رکھنے کے لئے زیادہ جدوجہد نہ کرنا پڑتی۔ کیونکہ پھر استقلال بہت حد تک خود بخود پیدا ہو جاتا ہے دنیا میں ہی دیکھ لو۔ جس شخص کو ماہ بماہ تنخواہ مل جاتی ہو۔ اور ہر طرح آرام میں ہو۔ کیا وہ نوکری چھوڑ دیا کرتا ہے۔ ہاں اگر باوصف کام کرنے کے تنخواہ نہ ملے۔ تو پھر نوکری چھوڑنے پر وہ مجبور ہوگا۔ ہمیشہ بے استقلالی اسی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ کہ کوئی آدمی انعام حاصل کرنے سے پہلے ہی اپنے انعام کو چھوڑ دے۔ لیکن اگر کسی کو اس کے کام کا انعام مل جائے۔ تو پھر وہ اسے نہیں چھوڑے گا۔ سوائے ایسی صورت کے کہ وہ بالکل ہی کم ہمت اور نکما ہو

الٰہی انعام

کے متعلق ایک اور اصل بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ دنیا میں اگر کچھ عرصہ کام کرنے کے بعد آئندہ کام کرنا بند کر دیا جائے۔ تو کئے ہوئے کام کی تو مزدوری مل جائے گی۔ ہاں آئندہ کوئی انعام نہیں ملے گا! لیکن الٰہی انعامات کا یہ طریق نہیں۔ بلکہ اس میں جتنا کام کروگے۔ اس سے بڑھ کر انعامات ملیں گے۔ اور جب چھوڑ دوگے۔ تو یہی نہیں۔ کہ صرف آئندہ کے لئے انعامات بند ہو جائیں گے۔ بلکہ پہلے انعام بھی چھین جائیں گے۔ اللہ تعالےٰ کے تمام انعامات کی یہی کیفیت ہے۔

علم ہی کو لے لو

یہ الٰہی انعام ایسا ہے۔ کہ جب تک اسے حاصل کرتے رہو

اس میں کوشاں رہو۔ یہ بڑھتا رہتا ہے۔ لیکن جب اسے چھوڑ دو۔ یہ نہیں۔ کہ

آئندہ کی ترقی

رک جائے گی۔ بلکہ پہلا حاصل شدہ بھی ضائع ہو جائیگا۔ غرض الٰہی انعام اس کیفیت کے حامل ہوتے ہیں۔ کہ انہیں جتنا چاہو بڑھاتے چلے جاؤ۔ وہ کبھی ختم نہیں ہوں گے۔ لیکن جہاں کھڑے ہو جاؤ ان کا آئندہ حصول بند کر دو۔ پہلے بھی چھین جائیں گے۔ اس لئے مومن کو ہمیشہ اپنے کام

رب العالمین کی صفت

کے ماتحت کرنے چاہئیں۔ یعنے کاموں کو شروع کرنے کے بعد استقلال کو کبھی ہاتھ سے نہیں دینا چاہیئے۔

اگر کوئی انسان کسی وقت یہ خیال کرتا ہے۔ کہ میں آئندہ اپنی کوشش بند کر دوں۔ اور کوئی کام نہ کروں۔ تو اس کا یہی مطلب ہوگا۔ کہ وہ چاہتا ہے۔ میں بیمار ہو جاؤں میرے

جذبات پژمردہ

ہو جائیں۔ اور میرے دل میں کام کی خواہش نہ رہے۔ کیونکہ کام سے

جی چرانے کے معنی

ہی طبیعت کی خرابی اور بیماری کے ہوتے ہیں۔ اور کام نہ کرنے کا خیال ہی مرض کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے

غرض کام سے بے دلی اور تنفر بیماری اور

مرض کی علامت

ہے۔ اس کے مقابلہ میں سچی اور اصل انعام یہی ہوا۔ کہ انسان کے اندر

کام کی خواہش

باقی رہے۔ اور جبتک کام کی خواہش رہتی ہے۔ دل میں امنگیں ولولے اور جذبات بھی اٹھتے رہتے ہیں۔ اور جب کام کی خواہش نہیں رہتی۔ دل بھی پژمردہ ہو جاتا ہے

بعض لوگ

مرنے کے بعد کی زندگی

کے متعلق یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ وہاں کوئی کام نہیں ہوگا لیکن اس زندگی کے متعلق یہ سمجھنا۔ کہ اس میں کوئی کام نہیں کرنا پڑے گا۔ انتہاء درجہ کی بے وقوفی اور سخت درجہ کی حماقت ہے۔ وہاں تو یہاں سے بھی زیادہ کام ہوگا۔ لیکن نہ ایسا کام جو

تکلیف کا موجب

ہو۔ اور مصیبت معلوم دے۔ بلکہ اس کام کے کرنے سے بشاشت پیدا ہوگی۔ اور بڑھتے ہوئے جذبات کے ساتھ وہاں کام ہوگا کیونکہ وہاں کوئی بیماری کوئی مرض کوئی پژمردگی نہیں ہوگی۔

غرض

بہاولپور میں ایک احمدی کے خلاف تنسیخ نکاح کا مقدمہ

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ بہاولپور کی عدالت میں دیوبندی مولویوں پر احمدی علماء کی جرح

الفضل کے خاص رپورٹر کے قلم سے

(گزشتہ سے پیوستہ)

مولوی انور شاہ صاحب پر جرح

گزشتہ پرچہ میں جرح کا یہ سوال درج ہو چکا ہے۔ کہ مولانا محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند نے اپنی کتاب تحذیر الناس میں لکھا ہے۔ بالفرض اگر بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو جائے تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ یہ حوالہ پیش کر کے کہا گیا۔ اس کا مطلب بیان کیجئے۔ **انور** خاموش **شمس** آپ نے اپنے بیان میں وحی کی یہ تعریف کی ہے۔ کہ فرشتے کو بھیجا جائے۔ کہ فلاں کو جا کر یہ کہدو۔ اور یہ وحی انسانوں میں سے پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور دوسروں کے لئے وحی لغوی ہے فرمائیے۔ وحی لغوی سے آپ کی کیا مراد ہے۔ **انور** اس سوال سے آپ کی کیا غرض ہے **شمس**۔ غرض جو بھی ہو۔ آپ میرے سوال کا جواب دیں۔ **جج** آپ بتائیں۔ کہ اس سوال سے کیا مقصود ہے **شمس**۔ میں ان سے وحی لغوی کی تعریف کرانا چاہتا ہوں **انور** کسی بات کا دل میں ڈال دینا **شمس** کیا اس کے سوا کسی اور قسم کی وحی بجز نبیوں کے کسی کو نہیں ہوتی۔ **انور** ہاں اس کے سوا اور کوئی وحی نہیں ہوتی۔ **شمس**۔ اللہ تعالیٰ کے انسانوں سے کلام کرنے کے جو طرق قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ وہ آپ بیان کریں۔ **انور** مجھے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

شمس۔ ضرورت اور عدم ضرورت کا یہاں سوال نہیں۔ آپ کو جرح کے سوالات کا جواب دینا ہوگا

جج۔ اس سوال کی کیا ضرورت ہے؟

شمس۔ مولوی صاحب نے کہا ہے۔ کہ جو شخص مطلق دعویٰ وحی کرے۔ وہ بھی کافر ہے۔ کیونکہ وحی انسانوں میں سے پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہے۔

(اس سوال پر ۴۔۵ منٹ تک شمس صاحب اور جج صاحب کے درمیان بحث ہوتی رہی۔ آخر جج صاحب نے انور شاہ صاحب سے کہا۔ کہ آپ مطلوبہ طرق بیان کر دیں)

انور وما كان لبشر ان يكلمه الله الا وحياً او من وراء حجاب او يرسل رسولا فيوحي باذنه ما يشاء اس آیت میں وحی کے تین طریق مذکور ہیں۔ تفصیل کی حاجت نہیں۔ یہاں اقسام بیان کی ہیں۔ اور وہ تین ہیں۔ **شمس** وہ تین طریقے وحی کے کیا ہیں؟ **انور** مجھے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

جج:۔ ہاں ان کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں!

(شمس سے مخاطب ہو کر) آپ اس پر جو سوال کرنا چاہیں کریں

شمس۔ میں آگے سوال نہیں کر سکتا جب تک مولوی صاحب وحی کے وہ تین طریقے بیان نہ کر دیں۔ جو آیت میں مذکور ہیں۔

جج:۔ انہوں نے بتا دیا۔ کہ تین طریقے ہیں۔ اب آپ جس کے متعلق سوال کرنا چاہتے ہیں۔ کریں۔ **شمس**۔ میں شاہد سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ کہ وہ تین طرق کیا ہیں۔ کیونکہ ان کے بیان کرنے سے وحی کا مسئلہ خود بخود واضح ہو جائے گا۔

(اس موقعہ پر شمس صاحب مجسٹریٹ صاحب اور انور شاہ صاحب کے درمیان ۶۔۷ منٹ تک بحث ہوتی رہی۔ کہ وحی کے مطلوبہ تین طریق مولوی انور شاہ صاحب کو بیان کرنے چاہئیں یا نہیں۔ حاضر عدالت تمام لوگوں پر اس بات کا اثر تھا۔ اور وہ محسوس کر رہے تھے۔ کہ ایک ایسے سوال کو جس کی ضرورت واضح ہے۔ کیوں رد کیا جا رہا ہے۔ آخر جج صاحب کو شاہد سے کہنا پڑا۔ کہ مطلوبہ تین طریق بیان کر دیں)

انور۔ خدا اور رسول کا جو معاملہ ہے۔ اس کی انتہا میرے مقدور سے باہر ہے۔ وہ ایک خصوصی معاملہ ہے۔ خدا کا اور پیغمبر کا۔ اور جب وہ صفت مجھے حاصل نہیں۔ تو میں اس کی حقیقت اور کنہ نہیں پا سکتا۔ لیکن حرف شناسی اور طالب علمی کی مد میں آیت کی تفسیر کرتا ہوں۔ کہ

”سزاوار نہیں کسی بشر کو کہ کلام کرے اس سے خدا مگر بطور وحی یا پردہ کے پیچھے سے یا بھیجے کوئی قاصد۔ اور قاصد کے ذریعہ سے پیغام دے۔ وہ اپنی مشیت اور ارادہ سے“

عدم استقلال

بیماری کی علامت ہے۔ دنیا میں بھی اس کے بد نتائج نکلتے ہیں۔ لیکن جیسا کہ میں نے بتلایا۔ دین میں تو اس کی خرابی بہت ہی زیادہ ہے۔ پس میں

اپنے دوستوں کو نصیحت

کرتا ہوں۔ کہ وہ

استقلال کی صفت

اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے ساتھ یہی سلوک ہے۔ کہ جتنا جتنا اس کا بندہ رب العالمین کی صفت اختیار کرتا چلا جائیگا۔ اتنا ہی خدا اس کے لئے رب العالمین بنے گا۔ جتنا کوئی رحیم بنے گا اتنا ہی وہ اس کے لئے رحیم بنے گا۔ جتنا کوئی رحمٰن بنے گا۔ اتنا ہی اس کے لئے اس کی صفت رحمانیت بڑھتی چلی جائے گی۔ اور بندہ جتنی مالکیت کی صفت اپنے اندر پیدا کرے گا۔ اتنا ہی خدا تعالیٰ کی

مالکیت کا سلوک

ترقی کرتا جائے گا۔

پس عبادات معاملات اور

سلسلہ کے لئے

قربانیوں کے کرنے میں ترقی کرتے جاؤ۔ لیکن اگر ترقی نہیں کر سکتے۔ تو کم سے کم جو کام شروع کرو۔ یا شروع کر چکے ہو۔ انہیں

استقلال کے ساتھ

قائم رہو۔

مومن کا کم سے کم درجہ

یہ ہے۔ کہ وہ تنزل نہ کرے۔ اور اگر بڑھ نہیں سکتا۔ تو ایک جگہ ٹھہرا تو رہے۔ اور اگر وہ ایسا کرے گا۔ اور صبر سے کام لے گا۔ تو یقیناً وہ انعام بھی حاصل کرے گا۔ اور جب انعام حاصل ہونے شروع ہو جائیں گے تو پھر اسے استقلال اور صبر کی تلقین کی بھی ضرورت نہیں رہے گی۔ بلکہ وہ

دوسروں کو نصیحت

اور وعظ کرے گا۔ کہ نیکی کے کام کرو۔ ان پر مداومت اختیار کرو۔ اس طرح کرنے سے تمہیں بھی انعام ملیں گے جس طرح مجھے ملے۔

اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو اپنے صفات کا

کامل مظہر

بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ان راہوں پر چلائے جن پر چلنا اس کی

خوشنودی کا باعث

ہو۔ اور ایسے مقام پر ہمیں کھڑا کرے۔ جہاں اس کے انعامات ہمارے لئے بڑھتے ہی جائیں۔

شمس:۔ بطور وحی سے کیا مراد ہے۔ **انور**:۔ لغۃً جس قدر وحی کے معنے کئے گئے ہیں۔ **شمس**:۔ آیت میں جن تین طرق کا ذکر ہے وہ وحی لغوی ہے یا وحی غیر لغوی۔ **انور**۔ جو پیغمبر سے علیحدہ ہے وہ وحی لغوی ہے (اس کے بعد مولوی صاحب جج صاحب سے ۱۵ منٹ کی اجازت لیکر آرام کرنے کے لئے عدالت سے باہر چلے گئے۔ پہلے دن بھی دوران جرح میں اسی طرح چلے گئے تھے۔ حالانکہ دوران جرح میں گواہ کا باہر جانا اور مشورہ کرنا قانون کی رو سے ممنوع ہے اس ۱۵ منٹ کے عرصہ میں مولوی صاحب کے ساتھی دوسرے مولوی) آپس میں مشورہ کرکے منصوبہ بازیاں کرتے اور حسب منشاء سوال و جواب لکھ کر مولوی صاحب کو دیتے رہے مولوی صاحب ۱۵ منٹ کے بعد عدالت کے کمرہ میں آئے۔ اور جرح شروع ہوئی) **شمس**:۔ اس آیت میں تو وَمَا کَانَ لِبَشَرٍ ہے جو عام ہے۔ اس میں انبیاء کی تخصیص نہیں یعنی بشر سے کلام کرنے کے طریق بیان کئے گئے ہیں جس میں نبی اور غیر نبی سب شامل ہیں صرف انبیاء و رسل ہی نہیں **انور**:۔ جو شخص وحی و نبوۃ کا دعویٰ کرے وہ کافر ہے۔ **شمس**:۔ آیت وَاَوْحَیْنَا اِلٰی اُمِّ مُوْسٰی اَنْ اَرْضِعِیْہِ الخ اور آیت وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَۃُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکِ بِکَلِمَۃٍ مِّنْہُ الخ میں جس وحی کا ذکر ہے وہ مذکورہ بالا آیت میں بیان کردہ تین طرق میں سے ہے یا نہیں۔ **انور**:۔ ام موسیٰ اور مریم پر جو وحی ہوئی وہ قرآن کے بیان کردہ تین طرق میں داخل ہے مگر عام مفسرین نے وحی نبوت پر ہی اتارا ہے۔ **شمس**:۔ امام ربانی مجدد الف ثانی مکتوبات جلد ۲ صـــ۹۹ میں لکھتے ہیں۔ اعلم ایھا الاخ الصدیق ان کلامہ سبحانہ مع البشر قد یکون شفاھا الخ یعنی "اے محترم بھائی تو جان لے کہ اللہ تعالیٰ کا بشر سے کلام کرنا کبھی بالمشافہ ہوتا ہے اور یہ انبیاء کے ساتھ ہوتا ہے اور کبھی ان کے بعض کامل متبعین سے بھی بطور اتباع اور وراثت کے ہو جاتا ہے۔ اور جب اس قسم کا کلام کثرت سے کسی کے ساتھ ہو تو اس کا نام محدث ہوتا ہے جیساکہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ اور یہ القاء فی الروع اور الہام اس کلام کے علاوہ ہے جو فرشتہ کے واسطے سے ہوتا ہے بلکہ اس کلام کے ساتھ انسان کامل کو مخاطب کیا جاتا ہے"

حضرت مجدد الف ثانی کے اس کلام سے صاف ظاہر ہے کہ وہ وحی جو انبیاء کو ہوتی ہے۔ امت کے کامل افراد کو بھی ہوتی ہے۔ **انور**:۔ مکتوبات میں جو کچھ لکھا ہے وہ کشفی یا الہامی ہے۔ جو حجت قطعی نہیں ماورکہ انہوں نے یہ نہیں کہا۔ کہ وحی نبوت ہوتی ہے۔ **شمس**:۔ حضرت مجدد الف ثانی تو یہ فرما رہے ہیں کہ جس طریق سے اللہ تعالیٰ انبیاء سے کلام کرتا ہے اسی طرح ان کے بعض کامل متبعین سے بھی کرتا ہے مولانا روم بھی یہی لکھتے ہیں چنانچہ مثنوی رومی دفتر چہارم صـــ۱۵۱ پر فرماتے ہیں۔

نے نجوم است و نہ رمل است و نہ خواب
وحی حق واللہ اعلم بالصواب
از پئے روپوش عامہ در بیان
وحی دل گویند آنرا صوفیان

یعنی مولویوں کے فتویٰ تکفیر سے ڈر کر اہل اللہ اس کا نام وحی دل رکھ دیتے ہیں ورنہ وہ وحی حق ہوتی ہے۔ **جج**:۔ ان باتوں کو آپ بیان میں لا سکتے ہیں۔ **شمس**:۔ آپ نے کہا ہے اگر کوئی شخص کسی کی ایسے طور پر تعریف کرے جس سے کسی نبی کی توہین ہوتی ہو تو وہ کافر ہے۔ کیا آپ نے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا مرثیہ پڑھا ہے جو آپ کے استاد شیخ الہند مولوی محمود الحسن نے لکھا ہے کہ ؎

زبان پر اہل اہواء کی ہے کیوں اُعْلُ ھُبَل۔ شاید
اٹھا عالم سے کوئی بانی اسلام کا ثانی
(مرثیہ صـــ۶)

اس شعر میں مولوی رشید احمد گنگوہی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ثانی قرار دیا گیا ہے۔ آگے لکھتے ہیں۔

مسیحائے زماں پہنچا فلک پر چھوڑ کر سب کو
چھپا چاہ لحد میں وائے قسمت ماہ کنعانی
(مرثیہ صـــ۸)

قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں
عبید سُود کا ان کے لقب ہے ماہِ کنعانی
(صـــ۱۱)

مندرجہ بالا اشعار میں حضرت یوسف علیہ السلام پر ان کو فضیلت دی گئی ہے اور مولوی رشید احمد گنگوہی کی ایسے رنگ میں تعریف کی ہے جس سے حضرت یوسف علیہ السلام کا استخفاف ہوتا ہے۔ آگے صـــ۱۳ پر ایک شعر لکھا ہے۔

پھریں تھے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا رستہ
جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق و شوق عرفانی

گویا کعبہ شریف میں جو بیت اللہ ہے وہ عرفان انہی لوگوں کو حاصل نہ ہو سکتا تھا۔ جو گنگوہ جیسے مرکز کفر میں ہو سکتا تھا (نعوذ باللہ من ھذہ الخرافات) اس سے آگے صـــ۱۲ کا ایک شعر اور ملاحظہ ہو۔

تمہاری تربت انور کو دیکر طور سے تشبیہ
کہوں ہوں بار بار اَرِنِیْ مری دیکھی بھی نادانی

اس شعر میں مولوی محمود الحسن نے جو دیوبند کے صدر المدرسین تھے مولوی رشید احمد گنگوہی کی قبر کو طور قرار دیا ہے طور ایک مقدس پہاڑ ہے جس کو مقام تجلیات الٰہیہ ہونے کا مبارک فخر حاصل ہے۔ لیکن مولوی محمود الحسن اس قبر کو طور قرار دیتے ہیں اور اس کو مخاطب کرکے بار بار ارنی کہتے ہیں گویا خدا مولوی رشید احمد گنگوہی کی قبر میں جلوہ افروز ہے۔ (نعوذ باللہ) آگے مولوی رشید احمد صاحب کو حضرت مسیح علیہ السلام پر فضیلت دیتے ہوئے ایک شعر میں لکھتے ہیں

مُردوں کو زندہ کیا۔ زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذرا ابن مریم

فرمائیے مولوی صاحب! کیا ان اشعار سے توہین انبیاء لازم نہیں آتی؟ **جج**:۔ (مولوی انور شاہ سے مخاطب ہو کر) کیا یہ اشعار ہیں؟ **انور**:۔ ہاں میرے استاد مولوی محمود الحسن نے لکھے ہیں۔ (پیچھے سے ان کے ساتھیوں نے کہا اصل کتاب طلب کرو لیکن مولوی انور شاہ نے کہا فی الواقعہ یہ اشعار مولوی محمود الحسن نے لکھے ہیں کتاب کی کیا ضرورت ہے۔) یہ شاعرانہ تشبیہ ہے مدح میں جو اس قسم کے الفاظ آئیں وہ عموم پر نہیں ہوتے۔ یہ شاعرانہ محاورہ ہے اور اسے کلام کی ایک نئی نوع تسلیم کیا گیا ہے فرق یہ ہے کہ خدا کی کلام ہوگی تو وہ عقیدہ کے طور پر ہوگی اور حقیقت حال ہوگی یونہی نہ ہوگی جھوٹا آدمی کوشش کرتا ہے کہ لوگ اس کے کلام کو سچ مانیں لیکن شاعر کی یہ کوشش نہیں ہوتی کیونکہ وہ خود سمجھتا ہے کہ لوگ حقیقت پر میری کلام کو محمول نہیں کریں گے۔ مبالغہ شاعروں کے ہاں ہوتا ہے۔ **شمس**:۔ کیا اشعار میں شیخ الہند کے لئے جھوٹ بولنا جائز ہے۔ اور ؎

اس مسیحائی کو دیکھیں ذرا ابن مریم

کیا اس میں حضرت مسیح پر چوٹ نہیں کی گئی؟ **انور**:۔ اس میں تو حضرت مسیح کی تعریف کی گئی ہے اور ان سے درخواست ہے کہ وہ آکر مولوی رشید احمد گنگوہی کے کام کا معائنہ کریں۔ **شمس**:۔

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذرا ابن مریم

شعر کی ٹون بتا رہی ہے کہ اس میں مولوی گنگوہی کی حضرت مسیح پر فضیلت کا اظہار مقصود ہے یعنی حضرت عیسیٰ ؑ تو صرف مردوں کو زندہ کرتے تھے لیکن مولوی رشید احمد مُردوں کو زندہ کرنے کے علاوہ زندوں کو مرنے بھی نہ دیتے تھے۔ کیا یہ حضرت مسیح علیہ السلام پر فضیلت نہیں دی گئی۔ اور اس سے ان کی کسرشان نہیں ہوتی۔؟ **انور**:۔ خاموش۔ **شمس**:۔ آپ نے ایک وجہ توہین یہ بیان کی ہے

کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے آپ کو حضرت مسیح سے افضل قرار دیا ہے اور **ولا فخر** بھی نہیں کہا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے آپ کو جب کسی نبی سے افضل کہا ہے تو **ولا فخر** کہا ہے۔ میں اس کے جواب میں حضرت مرزا صاحب کا ایک حوالہ پیش کرتا ہوں آپ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۸ میں فرماتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ مجھے ان باتوں سے نہ کوئی خوشی ہے نہ کچھ اغراض کہ میں مسیح موعود کہلاؤں یا مسیح ابن مریم سے اپنے تئیں بہتر ٹھیراؤں خدا نے میرے ضمیر کی اپنی اس پاک وحی میں خبر دی ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے **قل اجرد نفسی من ضروب الخطاب** یعنی ان کو کہدے کہ میں کسی خطاب کو اپنے لئے نہیں چاہتا۔ یعنی میرا مقصد اور میری مراد ان خیالات سے برتر ہے۔ اور کوئی خطاب دینا یہ خدا کا فعل ہے میرا اس میں دخل نہیں"۔ پھر صفحہ ۱۵۳ پر فرماتے ہیں۔

"چونکہ میں ایک ایسے نبی کا تابع ہوں جو انسانیت کے تمام کمالات کا جامع تھا اور اس کی شریعت اکمل واتم تھی اور تمام دنیا کی اصلاح کے لئے تھی۔ اس لئے مجھے وہ قوتیں عنایت کی گئیں جو تمام دنیا کی اصلاح کے لئے ضروری تھیں تو پھر اس امر میں کیا شک ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو وہ فطرتی طاقتیں نہیں دی گئیں جو مجھے دی گئیں کیونکہ وہ ایک خاص قوم کے لئے آئے تھے۔ اور اگر وہ میری جگہ پر ہوتے تو اپنی اسی فطرت کی وجہ سے وہ کام انجام نہ دے سکتے جو خدا کی عنایت نے مجھے انجام دینے کی قوت دی۔ **وھٰذا تحدیث نعمت اللہ ولا فخر**"

فرمایئے مولوی صاحب! آپ نے یہ عبارات پڑھی ہیں یا نہیں **جج**:۔ یہ باتیں آپ اپنے بیان میں لا سکتے ہیں۔ **شمس**:۔ یہ صرف اس لئے پڑھی گئی ہیں تا کہ بتایا جائے کہ شاہد حضرت مرزا صاحب کی کتب سے ناواقف ہے اور بغیر علم کے اعتراض کرتا ہے۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت مسیح علیہ السلام پر اپنے آپ کو فضیلت دیتے ہوئے صاف طور پر **ولا فخر** کہا ہے۔ اب میں ایک حدیث بیان کرتا ہوں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت دی ہے لیکن اس موقعہ پر **ولا فخر** نہیں فرمایا۔ (شمس صاحب نے حدیث پڑھنی شروع کی۔ تو مولویوں نے شور مچا دیا کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی توہین ہوتی ہے۔) **جج**:۔ آپ اس حدیث کو چھوڑ دیں کوئی اور مثال پیش کریں۔ **شمس**:۔ کیوں چھوڑ دیا جائے جس پاک شخصیت کے متعلق بحث ہے اسی کی مثال دی جائیگی اور شاہد کی شہادت کو توڑنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے مسلمات سے مثال پیش کی جائے۔ **جج**:۔ اس سوال کا تعلق کیا ہے۔ **شمس**:۔ جب ایک بات کو ایک شخص کے لئے وجہ تکفیر ٹھیرایا جاتا ہے تو اسی بات کو جب دوسرا کہے کیوں وجہ تکفیر نہ قرار دیا جائے۔ اگر وہ واقعہ وجہ توہین ہے۔ **مولویان دیوبند** نہیں اس سے مسلمانوں کو طیش آتا ہے۔ اور ہمیں تکلیف ہوتی ہے۔ **جج**:۔ آپ عام پبلک کا خیال رکھیں اور ایسی بات نہ کریں جس سے لوگوں کو طیش آسکے۔ **شمس**:۔ میں اس حدیث کو اپنی تائید میں ضرور پیش کروں گا طیش کی کوئی وجہ نہیں ہمیں روزانہ یہاں کافر و مرتد کہا جاتا ہے اور مسجدوں کے دروازوں پر گندے اور گالیوں سے پُر اشتہار لگائے جاتے ہیں اور ہمارے مقدس امام کو بُرا کہا جاتا ہے کیا ہمیں طیش نہیں آتا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حدیث پیش کرنے پر ان مولویوں کو طیش آتا ہے۔ یہ عدالت کا کمرہ ہے۔ کوئی مسجد یا درسگاہ نہیں۔ یہاں شاہد کی شہادت پر جرح ہو رہی ہے۔ جسے طیش آتا ہے وہ یہاں سے چلا جائے لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ جرح کے سوال کو جو گواہ کی شہادت کو کمزور کرتا ہے چھوڑ دیا جائے۔ **جج**:۔ میں اس سوال کو روکتا ہوں۔ **شمس**:۔ جب آپ ہماری جرح کو اس طرح روکتے ہیں۔ تو میں جرح بند کرتا ہوں۔ (یہ کہکر شمس صاحب کرسی پر بیٹھ گئے۔ اور عدالت میں دو تین منٹ تک سناٹا چھا گیا پھر مجسٹریٹ صاحب نے مولوی انور شاہ صاحب کے مختار کہا آپ جو سوالات توضیح کے لئے شاہد سے کرنا چاہتے ہیں کریں اس نے سوال کیا اور انور شاہ صاحب نے جواب دینا شروع کیا۔ جج صاحب لکھنے لگے لیکن تھوڑی دیر بعد جج صاحب نے شمس صاحب سے مخاطب ہو کر کہا۔ کیا آپ نے مقدمہ کی پیروی چھوڑ دی ہے۔ **شمس**:۔ میں نے مقدمہ کی پیروی کو نہیں چھوڑی جرح چھوڑ دی ہے کیونکہ عدالت ہماری جرح نہیں سننا چاہتی۔ شاہد جو اس وقت کہہ رہا ہے میں اسے لکھ رہا ہوں۔

ضروری اعلان

بعض مقامات پر ناظم صاحبان تبلیغ خود بخود جب چاہتے ہیں کسی دوسرے کو یہ عہدہ دیدیتے ہیں۔ یہ درست نہیں۔ اگر کسی جگہ ایسی تبدیلی کی ضرورت پڑے تو جماعت کی طرف سے انتخاب ہونا چاہئیے۔ اور بعد میں بغرض منظوری میرے پاس بھیجا جانا چاہئیے۔ (ناظر دعوۃ وتبلیغ قادیان)

کشمیر فنڈ کی تحریک تو جاری رکھیں

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں

"اس وقت ثواب حاصل کرنے کے ذرائع میں سے ایک ذریعہ کشمیریوں کی امداد کرنا ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے ایک موقعہ پیدا کر دیا ہے۔ جس سے وہ بندوں کو ثواب کا موقعہ دینا چاہتا ہے تو میں دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں"۔

پھر حضور فرماتے ہیں:۔

یہ تحریک ہمارے بھی فائدہ کا موجب ہے۔ اور ان سامانوں کو دیکھ کر یقین ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس کام کو کرنا چاہتا ہے۔ بندے جو اس میں مدد دینگے۔ وہ محض ثواب حاصل کرنے والے ہونگے۔ اور اس کے ساتھ قربانیاں بھی بہت زیادہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ یعنی ہندوستان کے لئے جو قربانیاں کی گئی ہیں اس سے دسویں حصہ میں کشمیر کے مسلمان آزاد ہو سکتے ہیں۔ پس ہماری جماعت کے دوست جنہیں ہر وقت ثواب حاصل کرنے کا خیال رہتا ہے ان کے لئے بھی ایک موقعہ ہے۔ خصوصاً اس لئے کہ میرے دل میں تحریک ہو رہی ہے۔ اور جس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے۔ اس کی طرف سے جو تحریک ہو۔ وہ بیعت کرنے والے کے لئے زیادہ قدر و قیمت رکھتی ہے۔

پھر فرمایا۔

یہ خدا کا ارادہ اور اس کی مشیت ہے۔ اور یہ کام ہو کر رہیگا۔ پس ہمارا حصہ لینا محض خون لگا کر شہیدوں میں داخل ہونا ہے۔ اس لئے گھبراؤ نہیں۔ چندہ کی تحریک بدستور جاری رکھو۔ اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعاؤں سے کام لو۔

حضور کے ارشادات سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے کشمیر کا کام محض یہ جماعت کی روحانی ترقی کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور اس میں حصہ لینا ترقی درجات کا ذریعہ ہے۔ پھر اس میں حصہ لینے سے کوئی بڑی قربانی نہیں کرنی پڑتی بلکہ معمولی چندہ عام کے علاوہ صرف ایک پائی فی روپیہ ماہوار ادا کرنا ہے۔

ماہ اگست میں چندہ کشمیر کی آمد ۲۲۹۱/ ہے۔ یہ آمد اقل ترین اخراجات ۲۰۰۰/- سے کم ہے۔ چاہیئے کہ جن جماعتوں اور افراد نے پوری توجہ نہیں کی یا جنہوں نے ابھی تک اس چندہ کے ادا کرنے کا خیال تک نہیں کیا۔ وہ فوراً متوجہ ہوں اور باقاعدہ چندہ ادا کریں۔ نیز چندہ کشمیر دوسرے مسلمانوں سے بھی ضرور وصول کریں۔ (فنانشل سکرٹری)

آل کشمیر مسلم کانفرنس کے سلسلہ میں

مدلّل بیان

جناب چودہری غلام عباس صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل بی وکیل صدر ینگ مینز مسلم ایسوسی ایشن جموں نے حسب ذیل بیان معاصر "پاسبان" جموں میں شائع کرایا ہے:۔

آل کشمیر مسلم کانفرنس کے انعقاد کے سلسلہ میں آج تک جو بیانات ہمارے سامنے پیش ہوئے ہیں۔ ان کے پڑھنے سے ہر انسان اس بات سے اتفاق کریگا۔ کہ مسلمانوں کی زندگی کا راز یکجہتی اور اتفاق میں مضمر ہے۔ اور اگر ہم میں سے اتفاق جیسی بابرکت چیز مفقود ہو گئی۔ تو ہمارا مانند خاک راہ اڑ جانا ایک یقینی امر ہے۔ لیکن مجھے افسوس سے عرض کرنا پڑتا ہے۔ کہ جس بات کا مجھے کھٹکا تھا۔ وہ نمودار ہوتی نظر آرہی ہے۔ یہ سطور تحریر کرتے وقت مجھے جو قلبی اور ذہنی تکلیف محسوس ہو رہی ہے۔ وہ میرا اللہ ہی بہتر جانتا ہے میں نہیں چاہتا تھا۔ کہ ان کو صفحہ قرطاس پر لاتا۔ لیکن ایک ذمہ دار انجمن کا صدر ہونے کی وجہ سے جو فرض عائد ہوتا ہے۔ اس سے عہدہ برآ ہونے کی مجھے اور کوئی صورت بھی نظر نہیں آتی۔ کہ مسلمانوں کے سامنے تمام صورت حالات کو بے کم و کاست پیش کر دوں:

میرے محترم و عزیز بھائی قاضی گوہر رحمٰن صاحب جب اپنی قید کے اختتام پر رہا کئے گئے۔ تو انہوں نے مسلمانان جموں کے سامنے یہ تجویز پیش کی۔ کہ صوبہ جموں کے مسلمانوں کی ایک صوبجاتی کانفرنس منعقد کی جائے۔ میں اور دیگر کی طرح بعض دیگر احباب غور و خوض کے بعد نہایت دیانتداری سے اس نتیجہ پر پہنچے۔ کہ صوبجاتی کانفرنس کا انعقاد درست نہیں۔ لیکن بعض دوست اس تجویز کے حق میں تھے۔ جو اس کے حق میں نہ تھے۔ وہ یہ دلائل پیش کرتے تھے۔ کہ صوبجاتی کانفرنس میں اس بات کا قیاس غالب ہے۔ کہ بعض وہ مسائل بھی زیر بحث آجائیں۔ جن کا تعلق صوبہ جموں و کشمیر کے مسلمانوں سے ہو۔ اور اس صورت میں اگر صوبہ جموں کا زاویہ نگاہ صوبہ کشمیر کے نقطہ نظر سے مختلف ہوا۔ تو جموں و کشمیر کے مسلمانوں میں تفریق پیدا نہ ہو جائے۔ اور ہر ایک صوبہ اپنی اپنی ڈفلی علیحدہ علیحدہ بجانی شروع نہ کر دے۔ اس کے علاوہ اس تجویز کی مخالفت میں چند وجوہ اور بھی تھے۔ جن کو پیش کرنا میرے نزدیک انسب ہے۔ وہ لوگ جو تجویز کے حق میں تھے۔ وہ یہ دلیل پیش کرتے تھے۔ کہ کشمیر کے رہنما عافیت کوش ہیں۔ اس لئے بہت ممکن ہے۔ کہ ہماری تجویز کا کانفرنس میں بہت برا حشر ہو۔ اس سلسلہ میں میں نے یہ تجویز پیش کی۔ کہ یہ تمام مسائل آل کشمیر مسلم کانفرنس پر چھوڑ دیئے جائیں۔ جس کے انعقاد کا اعلان میرے محترم دوست شیخ محمد عبداللہ صاحب کر چکے تھے اور اگر یہ مجوزہ کانفرنس ہمارے خیالات و آرا کی ترجمانی کرنے سے قاصر ہو۔ تو پھر کانفرنس سے علیحدہ ہو کر ایک انڈیپنڈنٹ پارٹی قائم کر کے اپنی رائے کا اظہار کر دیا جائے۔ جس وقت یہ مسئلہ ینگ مینز مسلم ایسوسی ایشن کے اجلاس میں پیش ہوا۔ تو اس پر گرما گرم بحث ہوئی۔ میں صوبجاتی کانفرنس کے مخالفین کے اس جذبہ کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ جب انہوں نے دیکھا۔ کہ خیالات کے تضاد کی وجہ سے آپس کے مناقشات بڑھ جانے کا اندیشہ ہے تو وہ خاموش ہو گئے۔ اور یہ طے پا گیا۔ کہ جموں میں صوبجاتی کانفرنس کو منعقد کیا جائے۔ جسکی تواریخ اور مجلس استقبالیہ بھی مقرر کر دی گئی۔ چند روز کے بعد مجھے معلوم ہوا۔ کہ شیخ محمد عبداللہ صاحب قاضی صاحب قبلہ کی دعوت پر سری نگر سے جموں تشریف لارہے ہیں چنانچہ شیخ صاحب یہاں تشریف لے آئے۔ ان کی موجودگی میں پھر اس مسئلہ کو ایک مختص مجلس میں زیر بحث لایا گیا جس میں راقم الحروف قاضی گوہر رحمان مستری یعقوب علی۔ شیخ محمد عبداللہ۔ شیخ غلام قادر اور ایک اور مقامی دوست جن کا میں ذکر نہیں کرنا چاہتا۔ جو صوبجاتی کانفرنس کے حق میں سب سے پیش پیش حصہ لیتے تھے۔ شریک تھے۔ چار یا پانچ گھنٹوں کی مسلسل بحث کے بعد تمام حالات اور مصلحتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ قرار پایا۔ کہ آل کشمیر مسلم کانفرنس کے اختتام تک صوبجاتی کانفرنس کو ملتوی کیا جائے۔ چنانچہ اس فیصلہ کے بعد ایک اور مجلس مشاورت منعقد ہوئی۔ جس میں اور بھی مقامی دوست شامل ہوئے۔ اس میں آل کشمیر مسلم کانفرنس کے اصول و مبادیات کا ایک ڈھانچہ تیار کیا گیا۔ اور جب یہ مسئلہ سامنے آیا۔ کہ آل کشمیر مسلم کانفرنس میں کن مسائل پر بحث ہوگی۔ تو یہ فیصلہ ہوا۔ کہ اس مجوزہ کانفرنس میں اس بات پر غور کیا جائیگا۔ کہ مسلمانان ریاست کے مطالبات کس حد تک قبول ہوئے۔ اور آئندہ کے لئے کیا لائحہ عمل ہونا چاہیئے۔ ان امور کے طے ہو جانے کے بعد شیخ صاحب نے جموں کے ایک پبلک جلسہ میں اس بات کو بالوضاحت پیش کر دیا۔ اس کے دوسرے روز شیخ صاحب سری نگر تشریف لے گئے۔ اب دیانتداری کا تقاضا تو یہ تھا۔ کہ کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے ہم اپنی انتہائی کوششیں صرف کر دیتے۔ لیکن مجھے نہایت افسوس ہے۔ کہ ایسا نہیں ہوا۔ اور میرے بعض مخلص و محترم دوست چند ایک غلط فہمیوں اور وجوہ کی بنا پر کانفرنس کے صدر منتخب کے خلاف پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔ اور جو بڑی دلیل ان کے خلاف پیش کی جاتی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ وہ حکومت کو لکھ کر دے چکے ہیں۔ کہ اگر گلانسی کمیشن کی سفارشات پر عمل کیا گیا۔ تو میں کسی قسم کی ایجی ٹیشن نہ کروں گا۔ اس صورت میں شیخ صاحب کی صدارت میں کسی ایسی تجویز کا پیش ہونا جس کا گلانسی کمیشن کی سفارشات سے تعلق ہو ناممکن ہے۔ اول تو یہ بات ہی محل نظر ہے۔ کہ شیخ صاحب نے ایسی کوئی تحریر حکومت کو دی ہو۔ اگر ایک لحظہ کے لئے اس بات کو تسلیم بھی کیا جائے۔ تو اس سے کب یہ لازم آتا ہے۔ کہ شیخ صاحب گلانسی کمیشن کی سفارشات کو مسلمانوں کی نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اور اس سے ایک انچ ادھر ادھر نہیں ہو سکتے۔ میرا ذاتی خیال ہے۔ کہ یہ مخالفانہ پروپیگنڈا شیخ محمد عبداللہ صاحب کو کسی صورت میں بھی ذلیل نہیں کر سکتا۔ اور مجھے اس جلسہ کی روئداد سے از حد رنج پہنچا جو کہا جاتا ہے۔ کہ ۱۵ ستمبر کو ۹ بجے شب مسجد تالاب کھٹیکاں میں میری عدم حاضری میں منعقد ہوا۔ جس کی کارروائی انقلاب مینڈا اور سیاست کے صفحات پر شائع ہوئی۔ اور جس کے قلمبند کرنے میں نامہ نگار نے انتہائی بددیانتی سے کام لیا ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں۔ کہ اس کے جستہ جستہ اقتباسات پر روشنی ڈالوں تا اس تحریر سے جو غلط فہمی پیدا ہو رہی ہے۔ اس کا ازالہ ہو سکے نامہ نگار مذکور جلسہ کی روئداد ان الفاظ سے شروع کرتا ہے:۔

"دفتر ینگ مینز مسلم ایسوسی ایشن میں چند یوم سے پے در پے مضافات کے مسلمانوں کی طرف سے خطوط اور تار موصول ہو رہے تھے۔ جن میں اس تشویش کا اظہار کیا گیا تھا۔ کہ پرائش مسلم کانفرنس کے چند روزہ التوا اور آل کشمیر سٹیٹ کانفرنس کے لائحہ عمل کے متعلق (جس کی نقول مرکزی دفتر سے ایسوسی ایشن کی شاخوں کو مہیا کی گئی تھیں۔) شکوک و شبہات پیدا ہو رہے ہیں اور ان کا بھاری اعتراض یہ تھا۔ کہ اس میں گلانسی کمیشن کی سفارشات معرض بحث میں لانے کا امکان موجود نہیں"

میں ینگ مینز مسلم ایسوسی ایشن جموں کا صدر ہوں۔ اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں۔ کہ میری نظر سے کوئی ایسا خط یا کوئی ایسا تار نہیں گزرا جس کا نامہ نگار نے ذکر کیا ہے۔ اور مجھے افسوس سے عرض کرنا پڑتا ہے۔ کہ نامہ نگار نے یہ چٹکتا ہوا جھوٹ تصنیف کر کے اپنی صفائی قلب کا کوئی خوشگوار مظاہرہ نہیں کیا۔ اور اسکی اس تحریر سے بہت برے نتائج پیدا ہونے کا احتمال ہے جس کا گناہ نامہ نگار کے ذمہ ہوگا۔ اس دروغگوئی کے بعد نامہ نگار نے ایک اور سفید جھوٹ تراشا ہے۔ کہ

"اسی ایسوسی ایشن کی طرف سے قصباتی شاخوں کو جموں میں جمع ہونے کی دعوت دی گئی۔ چنانچہ میرپور رنبیر سنگھ پورہ۔ سانبہ۔ اودہم پور وغیرہ سے ذمہ دار مسلمان تشریف لے آئے۔ اور آٹھ گھنٹے کی بحث و تمحیص کے بعد فیصلہ کیا گیا کہ آل کشمیر کانفرنس کی ورکنگ پارٹی سے درخواست کی جائے۔ کہ وہ اس اہم معاملہ کو نظر انداز کر کے حالات کو بدتر بنانے کی ذمہ داری اپنے اوپر نہ لے"

نامہ نگار نے مندرجہ بالا جھوٹ لکھ کر مسیلمہ کذاب کے کان کتر دیئے ہیں۔ ایسوسی ایشن کی طرف سے کبھی کوئی ایسا دعوت نامہ

208

جاری نہیں ہوا۔ بلکہ ہی کوئی باہر سے نمائندے آئے اور نہ ہی کوئی مجلس مشاورت منعقد ہوئی یہ نامہ نگار کے نہاں خانہ دماغ کا اختراع ہے۔ اتنی بات ضرور تھی کہ اس روز میرپور کے مشہور قومی خادم حاجی وہاب الدین صاحب یہاں موجود تھے۔ جو مسلم لڑکی کے اغوا کے سلسلہ میں تشریف لائے ہوئے تھے وہ جلسہ میں شریک بھی ہوئے۔ لیکن کوئی تقریر نہ کی۔ بس اتنی سی بات تھی جس کو نامہ نگار نے افسانہ بنایا اس کے بعد نامہ نگار نے قرب جوار کے سینکڑوں آدمیوں کی شرکت کا ذکر کیا ہے حالانکہ جلسہ میں سوائے حاجی وہاب الدین کے اور کوئی باہر کا آدمی شریک نہ تھا۔ صرف جموں کے مقامی مسلمان شامل تھے اور اس قسم کے جلسے عام طور پر ینگ مینز مسلم ایسوسی ایشن کے ہوتے رہتے ہیں۔ میں قاضی صاحب کی تقریر کے متعلق جو اخبارات میں شائع ہوئی ہے۔ کچھ عرض کرنا نہیں چاہتا کیونکہ اس کے جواب کے ذمہ دار شیخ محمد عبد اللہ صاحب ہیں لیکن اتنی غلط فہمی کو جس کا قاضی صاحب کی تقریر سے پیدا ہونیکا امکان ہے رفع کرنا چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ کانفرنس میں ہر قسم کے سیاسی مسائل زیر بحث آئینگے۔ خصوصاً گلانسی کمیشن کی سفارشات کے حسن و قبیح پر بحث ہوگی کہ ان کو کس حد تک قبول کیا جا سکتا ہے۔ اسکے علاوہ وہ ہر تجویز کانفرنس میں پیش ہوگی جس کا مسلمانوں کی سیاسی و عمرانی زندگی سے تعلق ہے جس کا اعلان کانفرنس کی مجلس استقبالیہ کر چکی ہے۔ اور جس کی تصدیق شیخ عبد الحمید صاحب وکیل رکن بورڈ جو اس مجلس میں جس میں یہ باتیں سرینگر میں طے ہوئیں شامل تھے۔ کرتے ہیں۔ اس لئے میں مسلمانان ریاست سے پر زور عرض کرونگا کہ وہ اپنے تمام مناقشات کو بالائے طاق رکھکر آل کشمیر مسلم کانفرنس کو کامیاب بنائیں اگر جموں کے مصائب و تکالیف کی کانفرنس میں شنوائی نہ ہوئی (جس کا مجھے یقین نہیں) تو پھر صوبہ جموں کے لئے دروازہ کھلا ہوگا کہ وہ نہایت جرأت اور ایمانداری سے کانفرنس سے علیحدہ ہو کر اپنا پروگرام مرتب کرے۔ لیکن یہ کہاں کا تدبر ہے کہ پہلے ہی سے کشمیر والوں پر عدم اعتماد کا اظہار کیا جائے۔ اور آپ نہ دیدن موزہ کشیدن کے مصداق پہلے ہی سے ایک نظریہ قائم کر لیا جائے۔ آل کشمیر مسلم کانفرنس میں اگر صوبہ جموں کی شنوائی نہ ہوئی تو اس وقت علیحدگی کی تمام تر ذمہ داری صوبہ کشمیر پر ہوگی اور اگر ہم اس میں شامل ہی نہ ہوئے اور اپنی تکالیف کا اظہار ہی نہ کیا تو خدارا مجھے بتایا جائے کہ اس کا ذمہ دار کون ہوگا کہا جاتا ہے کہ شیخ محمد عبد اللہ صاحب عافیت کوش کی ایک جماعت کا آلہ کار بنا ہوا ہے۔ اول تو یہ بات ہی محل نظر ہے اور اگر اس کو ایک لمحہ کیلئے بغرض بحث مان لیا جائے تو پھر اہل جموں پر اور زیادہ ذمہ داری عاید ہوتی ہے۔ کہ وہ شیخ محمد عبد اللہ صاحب کی اعتدال پسندی کو راہ راست پر لائے۔ جس کی واحد صورت یہی ہے کہ آپ کانفرنس میں شامل ہو کر اپنے مستحکم دلائل سے ہر چیز اس سے قبول کرائیں۔ میں صوبہ جموں کے تمام اضلاع شہر و تحصیلوں کی اسلامی

ہومیوپیتھک علاج

ہومیوپیتھک علاج میں اللہ تعالےٰ نے مخلوق کے لئے بے انتہا فوائد رکھے ہیں۔ قلیل دوا۔ زیادہ فائدہ روپوں کا کام پیسوں رسالوں کا کام دنوں اور گھنٹوں میں ان ہی دواؤں سے ہوتا ہے۔ سینکڑوں ڈاکٹروں کی مجربات۔ ہزاروں مریضوں پر تجربہ کر کے ایک ایک دوا کا جسم کے ہر عضو پر اثر اور علامات معلوم کرنے کے بعد عوام کے فائدے کے لئے پیش کی گئی ہیں۔ کھانے میں مزیدار۔ زود اثر۔ بے ضرر۔ بیماری کو جڑ سے کاٹنے والی۔ چیر پھاڑ اور نشتر کی تکلیف سے بچانیوالی۔ بھوڑے اور بیرونی تکالیف کو بلا تکلیف اور بلا اپریشن صرف مرہم سے ٹھیک کرتی ہیں۔ دنیا میں مقبول۔ مایوس العلاج بفضل خدا صحتیاب ہوئے ہیں۔ شافی خدا ہے۔ امراض مخصوصہ مرداں کیلئے بہترین ادویات موجود ہیں۔ مستورات کے لئے ان دواؤں سے افضل دوسری ادویات ہو ہی نہیں سکتیں۔ بچوں کے لئے تو عموماً ڈاکٹر بھی یہی دوائیں دیتے ہیں۔ کیسا ہی مرض ہو مختلف علاج اور پیٹنٹ دوائیں کھا کر مرض کو پیچیدہ نہ بنایئے۔ ضرورت مند آج ہی پوری پوری کیفیت مرض کی ارسال کریں۔ انشاء اللہ مفید اور قابل تعریف پائیں گے۔ پتہ:- ایم ایچ احمدی بری اکبر لوسکا پور

لڑکی سے لڑکا

ایام حمل میں ۹ ہفتے تک جبکہ جنین کچی حالت میں ہوتا ہے۔ ایس۔ ڈی ڈھلن صاحب اے۔ آر۔ سی۔ آئی وغیرہ لنڈن کی تیار کردہ مجرب و آزمودہ تین گولیاں کھلائیں۔ جراثیم نرینہ غالب اور مادینہ مغلوب ہو کر بفضل خدا لڑکا پیدا ہوگا۔ ضرور تمند فائدہ اٹھائیں۔ قیمت برائے نام عہ۔ احمدی دوستوں کو دسمبر تک مزید رعایت ہوگی۔ قیمتی تصادیق موجود ہیں۔ المشتہر۔

ایم نواب الدین مینیجر محبوب اولاد نرینہ میاں محلہ بٹالہ۔ ضلع گورداسپور پنجاب

گولڈوین واقعی مفید

گولیاں ہیں۔ میں نے خود استعمال کی ہیں۔ بہت مفید۔ اور واقعی مفید مقوی گولیاں ہیں۔ ایک شیشی اور بھیجدیں۔ حکیم غلام حسین شاہ از میانہ گوندل۔ آپکی گولڈوین گولیوں کو میں نے خود استعمال کر کے دیکھا ہے بہت مفید پایا۔ ایک اور شیشی بھیجدیں۔ فضل محمد خاں انرراولپنڈی۔ احباب کرام آپ بھی استعمال کر کے تجربہ کریں۔ قیمت ساڑھے پانچ روپیہ معہ محصولڈاک۔

مینیجر شفاخانہ دلپذیر سلانوالی ضلع سرگودہا

ضرورت رشتہ

ایک اعلےٰ خاندان کی کنواری لڑکی کے لئے رشتہ کی ضرورت ہے۔ لڑکی تعلیم یافتہ اور صاحب جائداد ہے تعلیم احمدیت اور امور خانہ داری سے پوری طرح واقف ہے لڑکا تعلیم یافتہ۔ برسر روزگار۔ اور مخلص احمدی ہو۔ برائے مزید معلومات مندرجہ ذیل پتہ پر خط وکتابت ہو

سید پیر احمد صاحب سنہری مسجد ہوشیارپور

اشتہار دینے کا عمدہ موقعہ

"الفضل" کا خاتم النبیین نمبر لاکھوں احمدیوں میں نہایت ہی قبولیت حاصل کرنے کے علاوہ اہل علم اصحاب کیلئے بھی ایک قیمتی تحفہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور ایک ایک پرچہ کئی اصحاب کی نظر سے گذرتا ہے۔ اسلئے یہ اشتہار دینے کا عمدہ ذریعہ ہے اور اجرت معمولی ہے۔ اپنی اشیاء کی عمدگی کا یقین رکھنے والے اصحاب بہت جلد اپنے لئے جگہ محفوظ کرالیں (مینیجر الفضل قادیان)

احمدیوں کے لئے خاص رعایت

فائدہ مند تجارت

اگر آپ موسم سرما میں امریکن استعمال شدہ گرم کوٹوں کی سربند گانٹھیں یا ولایتی۔ امریکن۔ جاپانی بٹ پیس کیلئے مال کے نمونہ کی گانٹھ مالیتی دو صد پچیس یا یکصد روپیہ بغرض تجارت تھوک نرخ پر ہم سے منگوا کر فروخت کرینگے تو یقیناً معقول فائدہ اٹھائینگے۔ ذاتی ضروریات کیلئے پچاس روپیہ کا بنڈل منگوا لیجئے۔ چہارم رقم ہمراہ آرڈر ہر حال میں آنی چاہئیے۔ مفصل لسٹ طلب کر کے دوسروں سے مال اور قیمت کا مقابلہ کریں۔ (اخبار کا حوالہ ضرور دیں)

ایس رفیق بھائی جنرل سپلائرز جیکب سرکل بمبئی

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

اچھوت اور ہندو لیڈروں کے باہمی سمجھوتہ کے متعلق اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ لکھتا ہے۔ ڈاکٹر امبیدکر کی سکیم جو سمجھوتہ کی بنیاد ہے فرقہ وار فیصلہ کی حدود سے تجاوز کر گئی ہے۔ اور ایسے معاملات سے وابستہ ہو گئی ہے جن کا فیصلہ کرنا اس قسم کی کانفرنس کا کام نہیں۔ ان حالات کی موجودگی میں گورنمنٹ سے یہ توقع رکھنا کہ وہ فرقہ وار اعلان کو تبدیل کر دے۔ بیہودہ پن ہے۔ ہمیں یقین کامل ہے کہ یہ سمجھوتہ نامنظور کر دیا جائیگا۔ اور گورنمنٹ اس قسم کے دباؤ میں نہیں آئیگی۔

گاندھی جی نے پادری اینڈریوز کے اس تار کے جواب میں کہ شکر ہے سمجھوتہ ہو گیا۔ لکھا ہے کہ اس معاہدہ کی مشروط منظوری بھی ایسی چیز ہے جس سے میں برت نہیں توڑونگا۔ نامہ نگاران پریس سے انٹرویو کے دوران میں آپ نے کہا کہ اگر وزیر اعظم نے سمجھوتہ کو مکمل طور پر منظور کر لیا تب تو میں برت توڑ دونگا۔ ورنہ نہیں۔ نیز آپ نے کہا کہ اس صورت میں بھی میں اپنا برت عارضی طور پر توڑونگا سمجھوتہ کا اصلی حصہ آنے والا ہے اگر ضرورت پڑی تو میں ایک برت رکھونگا۔

ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے کہ برت کے آغاز سے اس وقت تک گاندھی جی کے وزن میں دس پونڈ کی کمی ہو چکی ہے اور آنکھیں اندر دھنس گئی ہیں۔ پہلے آپ پانی میں نمک ملا کر استعمال کرتے تھے لیکن اب یہ بھی ترک کر دیا ہے اور صرف سوڈا استعمال میں لاتے ہیں۔

ہندو دھرم سے اچھوت پن دور کرنے کے لئے اور ملک بھر کے ہندوؤں میں معاہدہ پونہ کے پراپیگنڈہ کا کام سرانجام دینے کے لئے پنڈت مدن موہن مالویہ کی صدارت میں ۲۵ ستمبر کو بمبئی میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں صاحب صدر کو ایک کمیٹی بنانے کا اختیار دیا گیا ہے جو اس مقصد کے لئے ۲۵ لاکھ روپیہ جمع کریگی۔

مدراس گورنمنٹ نے اپنے اضلاع کے کلکٹروں کو اس کام پر مامور کیا ہے کہ وہ نیابت کے متعلق اچھوتوں کا نقطہ نگاہ معلوم کر کے رپورٹ کریں۔ انہوں نے تحصیلداروں کو ہدایت کی ہے کہ وہ لیڈروں سے ملاقات کریں اور ان کا نقطہ نگاہ

تحریری صورت میں پیش کریں۔

قاضی یار محمد پلیڈر نور پور ۱۴ ستمبر امرتسر میں وفات پا گئے۔ آپ عرصہ دو ماہ سے وجع المفاصل اور بخار وغیرہ عوارض میں مبتلا تھے۔

پنجاب یونیورسٹی کی انکوائری کمیٹی کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ وہ یکم اکتوبر سے لاہور میں اپنا کام شروع کر دیگی۔

مقدمہ سازش میرٹھ کے متعلق کونسل آف سٹیٹ میں ۲۳ ستمبر کو ہوم سکرٹری نے بتایا کہ اس وقت تک مرکزی گورنمنٹ کا اس پر سولہ لاکھ ۵۴ ہزار روپیہ خرچ ہو چکا ہے سال رواں کے اخراجات کا اندازہ اگست کے آخر تک ایک لاکھ پچھتر ہزار چھ سو روپیہ ہے۔ فیصلہ ابھی تک نہیں سنایا گیا۔

روسی ترکستان میں سوویٹ حکومت کی طرف سے مسلمانوں پر جو مظالم ہو رہے ہیں ان کے سلسلہ میں ایک عینی شاہد نے بیان شائع کرایا ہے کہ تاشقند میں اس وقت ۳۶۰ مسجدیں ویران پڑی ہیں اور کوئی شخص ان میں خوف کی وجہ سے نماز ادا کرنے کے لئے نہیں جاتا۔ کچھ عرصہ کے بعد حکومت ان پر قبضہ جمالے گی اور غلہ کے گوداموں کے طور پر انہیں استعمال میں لائیگی۔ لوگوں کو مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ پردہ ترک کر دیں۔ مالکان اراضی سے آمدنی سے زیادہ مالیہ مانگا جاتا ہے۔ اور جب وہ ادا نہیں کر سکتے تو وہ اراضی کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اور حکومت ان پر قابض ہو جاتی ہے۔ پھر ان کی اراضی کی کاشت حکومت کے اہتمام میں ہوتی ہے اور مزارعین کو صرف مزدوری کے عوض معمولی کھانا وغیرہ اور جنس دیدی جاتی ہے۔ خورد و نوش کا سامان اس قدر گراں ہے کہ ایک روٹی بعض اوقات ایک روپیہ میں بھی میسر نہیں آتی۔ خوراک کی تقسیم کا کام صرف حکومت کے سپرد ہے بہت سے ملاؤں کو جلا وطن کر دیا گیا ہے۔

حالاتِ ہند کے متعلق سرکاری حلقوں کی اب یہ رائے ہے کہ بنگال اور یوپی میں سول نافرمانی کی تحریک مدھم پڑ گئی ہے اگست کے مہینہ میں حالت زیادہ بہتر رہی۔ سزایابوں کی مجموعی تعداد ۲۳۴۶ ہوئی جس میں ۲۷ عورتیں ہیں۔ جولائی کے مہینہ کے مقابلہ میں اس میں ۱۳۲۰ کی کمی ہے۔

دہشت انگیزوں کے ایک گروہ نے جس میں ایک گریجویٹ لڑکی بھی مردانہ لباس میں شامل تھی ۲۵ ستمبر کو گیارہ بجے شب چٹاگانگ میں آسام بنگال ریلوے یوروپین انسٹی ٹیوٹ پر پستولوں ریوالوروں اور رائفلوں سے حملہ کیا۔ حملہ آوروں کی تعداد دس بتائی جاتی ہے۔ ایک بوڑھی میم ہلاک اور سات یوروپین شدید مجروح ہو گئے۔ مقابلہ میں لڑکی ہلاک ہو گئی۔ اور باقی حملہ آور فرار ہو گئے۔ پولیس مصروف تفتیش ہے۔

آل انڈیا ہندو مہاسبھا کا ۲۴ ستمبر کو دہلی میں ایک اجلاس ہوا جس میں یہ ریزولیوشن پاس کیا گیا۔ کہ سبھا ہندوؤں سے مطالبہ کرتی ہے کہ اس وقت تک قربانیاں دینے سے باز نہ آئیں جب تک فرقہ وار تصفیہ منسوخ نہ ہو جائے۔ اگر منسوخ نہ ہو تو ہندو اور سکھ ممبران کونسل مستعفی ہو جائیں۔ اور ہندو مہاسبھا اس کے خلاف آئینی طریقوں سے جنگ کرے۔

آئرلینڈ کی موجودہ حکومت اس امر کا ارادہ رکھتی ہے کہ آئرلینڈ کے سابق پریزیڈنٹ مسٹر کاسگریو کو گرفتار کر لے۔ کیونکہ اس نے ایک تقریر کے دوران میں مسٹر ڈی ولیرا کی حکومت کی پالیسی پر شدید نکتہ چینی کی ہے۔

معاہدۂ پونا کے متعلق وزیر اعظم نے ۲۶ ستمبر کو اپنی منظوری کا اعلان کر دیا ہے وزیر اعظم کا جواب جب گاندھی جی کے پاس پہنچا تو انہوں نے چارپائی پر بیٹھے ہوئے اسے پڑھا پھر کچھ وقت کے لئے سوچا اور اپنے دوستوں کو دیدیا اس کے بعد گاندھی جی نے سب سے مشورہ لیا۔ جس پر بالاتفاق انہیں کہا گیا کہ یہ بالکل اطمینان بخش ہے اور اب برت جاری رکھنے کی کوئی وجہ نہیں۔ اس پر ۵ بجے شام آپ نے اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کی ایک بھاری تعداد کی موجودگی میں برت کھول دیا۔

مسٹر ہیگ ہوم ممبر نے اسمبلی میں اور سر فرینک نائس نے کونسل آف سٹیٹ میں اعلان کر دیا ہے کہ برطانوی حکومت نے معاہدہ پونا کو اس حد تک منظور کر لیا ہے جس حد تک، اس کا فرقہ وار تصفیہ سے تعلق ہے۔ دیگر امور پر مناسب وقت میں غور کیا جائیگا۔

وزیر اعظم نے منظوری کا اعلان کرتے ہوئے کہا ہے چونکہ پس ماندہ اقوام اور دوسرے ہندوؤں کے نمائندے یقین رکھتے ہیں کہ انہوں نے جو سکیم اب ملک معظم کی حکومت کو ارسال کی ہے اس مقصد کے لئے کافی ہے حکومت اپنے فیصلہ کے پیراگراف نمبر ۴ کے مطابق مناسب طریق پر پارلیمنٹ سے سفارش کریگی کہ فیصلہ کی شرائط کے بجائے مجالس قانون ساز میں نمائندگی کے متعلق اس سمجھوتہ کی شرائط منظور کی جائیں۔

شملہ کے سرکاری حلقوں کا خیال ہے کہ اگلے مہینہ پنجاب کے موجودہ گورنر سر جافری ڈی مونٹ مورنسی اپنے عہدہ سے سبکدوش ہو جائینگے۔ اس وقت گورنری کے امیدواروں میں سر ہانیگو ٹیلر گورنر سی پی۔ مسٹر ایمرسن، سر ہنری کریک فنانس ممبر پنجاب گورنمنٹ اور سر فضل حسین کا نام لیا جاتا ہے

عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے شائع کیا۔ ایڈیٹر غلام نبی